اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوِی الْقَرْیَۃ

الحکم

Digitized by Khilafat Library

چہ گویم با تو از آلی جہاد قادیان ہینی | دو لہینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے صہ (۲) خواص معاونین سے ... (۳) ہندوستان کے باہر سے (۴) غیر مذہب والوں سے ... (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲ر

فہرست مضامین

نمبر ۲۹ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ | جلد ۱۰

تازہ الہامات و رویا

۱۲۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ اور اس سے ماقبل دو چار روز کے الہامات یہ ہیں۔

(۱) دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا۔ اور زمین سے نکالونگا پر وہ جو تیرے مخالف ہیں۔ پکڑے جائینگے۔

(۲) صحن میں ندیاں چلیں گی۔ اور سخت زلزلے آئیں گے

(۳) وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ

ترجمہ۔ ہر ایک چغل خور عیب گیر پہ سخت لعنت ہے۔

(۴) سَاُکْرِمُکَ اِکْرَامًا عَجَبًا۔ وَاُلْقِیْ بِہٖ الرُّعْبَ الْعَظِیْم۔

ترجمہ۔ میں تجھے ایک عجیب طور پر عزت دونگا۔ اور اس کے ساتھ دنیا پر بڑا رعب ڈالوں گا۔

(۵) یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

ترجمہ۔ لوگ دور دراز سے تیرے پاس آئینگے اور دور دور سے ہدیے آئیں گے۔

ڈاکٹر عبد الحکیم خان کے نام خط۔

حضرت حکیم الامت نے ڈاکٹر موصوف کے نام ایک خط حال میں لکھا ہے۔ میں پبلک کی آگاہی کیلئے درج کرتا ہوں۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ و صحابہ مع التسلیم

اما بعد میں نے اپنے وطن کو چھوڑا۔ اور قادیان میں اقامت کی لوگو نکا مجھ کو ڈر ہوتا۔ تو ایسا کام کیوں کرتا۔ آپ خود گواہ ہیں۔ کہ آپ امیر ہو گئے۔ مگر میں نے ایسے ہی نفع کیا اٹھایا۔ آپ میرے سامنے طالب العلم تھے۔ اور میرے سامنے۔ ایم۔ بی۔ اور کیا کیا بن گئے۔ مگر اشارۃً کنایۃً کوئی دنیوی خواہش ایسی نہیں کی۔ اور چند اوراق و رسائل و کتابیں آپ کی اگر میرے کتب خانہ میں تھیں۔ تو میں نے باحتیاط آپ کو واپس کر دیں۔

آپ نے مجھ اندھا بہرا کہنے میں دریغ نہیں فرمایا۔ اور مسیح الدجال سے آگے آپ کے پاس لفظ ہی کیا ہے۔ جس سے آپ مرزا جی کو یاد کرتے اس سے زیادہ جسارت کیا ہو سکتی ہے۔ ایکطرف آپ نے برسوں مرزا جی کی تائید کی۔ اور وہ بہت سلطنت خدا کہا تھا جس نے آپ کو یقین دلایا تھا۔ پھر کلمہ فضل رحمانی اور عصائے موسیٰ نے آپ کو بظاہر ہدایت کی ابید ہالون جو ہادی ہے۔ اس کو آپ جانتے ہیں۔ اب یہ امر نواتی خطوہ کی حد سے نکل گیا ہے۔ آپ نے تین سال میعاد کر دی ہے۔ چراغ الدین کا معاملہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ اور محمد حسین بیگ کا معاملہ آپ لکھ چکے ہیں۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جن الفاظ سے اور تمسخر سے آپ نے لاہور کے لیکچروں میں کام لیا۔ وہ تہذیب سے کس قدر دور ہیں۔ اب ہم تو آپکی ہدایت کی دعا کریں گے۔ اور ضرور کریں گے۔ لیکن تین سالہ فیصلہ کی پیشگوئی اب ضرور ضرور جیسے اخبار اور وطن و وکیل وجود ہیں صدقی میں لئے اور نفع خلق کے لئے شائع فرما دیں۔ میں اس تحریر تک تو موجود ہوں۔ اور لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے علاوہ تمام رسولوں کا قائل ہوں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین یقین کرتا ہوں۔ بقدر فہم و طاقت میں نے تمام اسلامی علوم کو پڑھا ہے سنی۔ شیعہ۔ خوارج۔ صوفیوں اہل حدیث اور مقلدوں کو ملا ہوں۔ ان کی اعلیٰ کتابوں کو پڑھا۔ اور خود خرید کر بار بار مطالعہ کیا جیسے نور الدین میں تصریح کر دی ہے۔ آپ بھی حال اتنے عالم علوم عربی کے نہیں۔ جتنا میں۔ ہاں خواہیں آپ کو نور الدین سے بہت زیادہ آتی ہیں۔ اور الہام سے میں بھی محروم نہیں آپ کے قاعدہ نجات کے مطابق ہی مجھے انشاء اللہ تعالیٰ نجات ملیگی۔ کیونکہ بے انتہا نجات کے آپ کے خیال ہیں ہیں۔ میں نے مرزا جی کے معاملات میں بحمد اللہ ہرگز شرک نہیں کیا۔ میری تمام تحریرات کو آپ پڑھیں اگر آپ چاہیں آپ کے اضطراب اور عدم استقلال اور شدت لسان اور تنگ مزاجی کو دیکھ کر۔ میں کس وجہ سے آپ کو مرزا پر ترجیح دوں۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔ میں اور تم سالہا سال سے مرزا کے مرید رہے۔ آپ نے بے علمی۔ جلد بازی۔ غیظ و غضب سے بجائے نظر میں کام لیا۔ اگر الہامات اور رویا ہیں تو وہ آپ جانتے ہونگے۔ بہر حال تین سال میعاد آپنے لگائی۔ وطن۔ پیسہ اور وکیل میں مہربانی کر کے شایع کر دیں۔

نور الدین۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۰۶ء

جنازہ غائب پڑھا جاوے

چوہدری عبد المجید خان صاحب پٹواری احمدی ساکن کاٹھ گڑھ کی بیوی ۱۵ اگست ۱۹۰۶ء کو فوت ہو گئی ہے۔ جماعت احمدی مرحومہ کا جنازہ پڑھے +

* نوٹ۔ آپکے پہلے خواب اگر حب کا نتیجہ تھے۔ اور من اللہ نہ تھے۔ تو موجودہ رویا بغض کا ثمرہ اور سلطانی کیوں نہ ہوں۔ کوئی معیار شایع کرو۔ انکی پہلی خوابیں واقعات صحیح اور حال کی ہانکی سہ سالہ پیشگوئی کو چونکہ آپ نے شایع فرمایا ہے تین سال کے بعد تصدیق ہو جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ ... ہم نے مناسب سمجھا ... اسکو نفع ... للخلق اور اداء ... بالصدق خود اخبار وطن میں شایع کرا دوں +

سوال مع جواب
قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہی کیوں شروع ہوا۔ اور اسماء الحسنیٰ سے بسم اللہ کے لئے صرف ان تین اسموں کو ہی کیوں منتخب کیا گیا۔ اس میں کوئی خاص حکمت ہو۔

جواب

یہ ایک سوال ہے۔ جو اعتراض کی صورت میں پیش ہوا۔ میں حیران تھا۔ کہ قرآن کریم جس کا ہر ایک فقرہ پر حکمت خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس پر ایسے اعتراض کیوں کئے جاتے ہیں۔ جن سے اس کا دامن بالکل پاک اور منزہ ہے۔ لیکن جب سوچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ چونکہ زمانہ قرآن کریم کی خوبیاں ظاہر ہونے اور اسکے کمال عجائب کی بہار کا زمانہ ہے۔ اس لئے ممکن تھا۔ کہ وہ دقیق حکمتیں اور مخفی خوبیاں جو صرف اعتراضات کی وجہ سے ہی سوجھتی ہیں۔ بغیر اعتراض کے ظہور میں نہ آتیں۔ اور وہ عجائبات جن کے ظہور کا ذریعہ محض اعتراضات کا ہی وجود ہے۔ وہ بغیر اس کے کہ اعتراض کئے جاتے ظاہر نہ ہوتے۔ سو اس خیال پر ہم معترضین کے وجود کو بھی اچھا ہی خیال کرتے ہیں۔

کیا خوبی کی بات ہے۔ کہ معترض جب کبھی کسی آیت پر اعتراض کرتے ہیں۔ تو معاً اس سے یعنی اسی اعتراض کے نیچے سے ایک نہایت دلربا اور دلکش حکمت اور خوبی کا نور چمک اٹھتا ہے۔ جس کو فوراً وہ اعتراض کا سیاہ دھبہ جو نہایت بھیانک اور بری صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ ایک آن میں کافور ہو جاتا ہے۔ جسکا بین ثبوت بعونہٖ وقوتہٖ تعالیٰ ہم اس اعتراض کے جواب میں دیتے ہیں اور دکھاتے ہیں۔ کہ وہ مسئلہ جو مخالفین کی طرف سے بطور اعتراض پیش ہوا۔ دراصل ایک مخفی علم و حکمت اور پوشیدہ نور تھا۔ جو کوتہ نظروں نے ... نور کے ظلمت خیال کیا۔

سو واضح ہو۔ کہ بسم اللہ شریف ایک اعجازی متن ہے۔ جو نہایت ہی اجمالی صورت میں واقع ہوا ہے۔ جس کی شرح سورہ فاتحہ اور شرح الشرح قرآن کریم ہو۔ بلکہ بعض نے تو اسطرح بیان کیا ہو کہ قرآن کریم تفسیر الحمد کی اور الحمد تفسیر بسم اللہ کی اور بسم اللہ تفسیر حرف با کی جو بسم اللہ کا پہلا حرف ہو۔ اور با تفسیر نقطہ کی جو اس کے نیچے ہے۔ اور یہ سب صحیح اور سچ ہو۔ اور اسمیں ذرہ بھی خلاف نہیں۔ چنانچہ ہم اس اجمال کی کچھ مختصراً تفصیل بتلا بھی دیتے ہیں۔ وھو ہذا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کی دو کتابیں ہیں۔ ایک فعلی اور ایک قولی۔ فعلی سے مراد صفحہ عالم اور تمام کائنات ہو۔ اور قولی سے مراد قرآن مجید۔ ان دونوں کتابوں کی آپس میں اس قدر مطابقت اور موافقت ہے۔ کہ دیکھنے سے انکی ہیئت کذائی سے خدا تعالیٰ کی توحید پر ایک کامل دلیل اور بین ثبوت ملتا ہے۔ اور گو کتب سماویہ اور صحف مقدسہ قرآن کریم کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مگر جیسا کہ فعلی کتاب کا پورا نقشہ اور کامل تصویر اور پورا اتفاق اور کامل اتحاد قرآن کریم نے دکھایا ہو۔ یہ فخر اور یہ کمال اور کسی کتاب کو میسر نہیں آیا اور ہرگز نہیں آیا۔

قرآن کریم بسم اللہ سے شروع ہوا۔ اور اس پر سوال ہوا۔ کہ اسکی وجہ کیا ہے سو جاننا چاہیئے۔ کہ اس کی چند ایک وجوہ ہیں جو کئی مقامات سے مخصوص ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ کچھ عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ بسم اللہ کا ابتداء جیسا کہ قولی کتاب میں پایا جاتا ہو۔ ایسا ہی فعلی کتاب کا آغاز بھی بسم اللہ ہی ہے۔ اور جیسے بسم اللہ کا آغاز حرف (ب) سے ہوا ہے۔ ایسا ہی فعلی کتاب کی بسم اللہ بھی حرف (با) سے ہی شروع ہوتی ہے۔

اور جیسے حرف (با) نقطہ کے مرتبہ سے ترقی کرکے الف تک اور الف سے پھر (ب) بنی ہے۔ اسی طرح فعلی کتاب کی (ب) کی حقیقت سمجھ لو۔ کیونکہ فعلی کتاب جو خدا تعالیٰ کے افعال کے لئے جلوہ گاہ ہو یہ اس ذات سے بمرتبہ افعال تیسرے درجے پر ہو۔ جیسے نقطہ سے (ب) تیسرے مرتبہ پر ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات بحیثیت ازلیت کے پہلے مرتبہ میں نقطہ کے مشابہ ہے۔ اور یہ وہ مرتبہ ہو جسکی طرف حدیث قدسی کا اشارہ پایا جاتا ہو۔ وھو ہذا۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ یعنی میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ مجھے شوق ہوا۔ کہ اپنا آپ دکھلاؤں۔ تب یہ خلق پیدا کی۔ اور ذات کے بعد صفات کا مرتبہ ہے۔ اور ازلیت میں ذات سے یہ دوسرے درجے پر ہے۔ اور ذات بمعہ صفات کے دو مرتبہ ہے۔ جو الف سے مشابہ ہے۔ اور یہ اسلئے کہ جس قدر حروف ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی ابتدا نقطہ سے شروع ہوتی ہے۔ اور جس حرف کے لکھنے کیلئے قلم کاغذ پر رکھو گے۔ پہلے نقطہ کی صورت بنے گی۔ پھر نقطہ سے حرف کی صورت اور کوئی ایسا حرف نہیں۔ جو نقطہ سے نہ بنا ہو۔ اور نقطہ جس کے ساتھ نہ ہو۔ جیسے کہ ہر چیز الٰہی ذات سے ظہور میں آئی۔ اور کوئی چیز نہیں۔ جسکی وہ قیوم نہ ہو۔ اور جو اسکی معیت سے خالی ہو۔ اور (الف) جو حروف کا پہلا حرف ہے یہ بھی نقطہ سے خالی نہیں۔ اور نقطہ سے یہ دوسرے مرتبہ پر ہے۔ جیسے صفات ذات سے دوسری مرتبہ پر اور ہمارے اس بیان کی تصدیق اسطرح سے بھی ہوتی ہے۔ کہ الف عربی میں اس کو کہتے ہیں۔ جس پر زبر زیر و پیش نہ پڑھا جاوے۔ اور جسپر پڑھا جاوے۔ اور وہ بصورت الف ہی ہو۔ تو اس کو ہمزہ کہتے ہیں۔ نہ الف چنانچہ نحو کی کتابوں میں یہ ثابت مسئلہ ہے۔ زرادی میں ہی دیکھو۔ وہاں بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔ اور الف حرف اشباع کا کام دیتا ہے۔ اور اس کا اشارہ اور کنایہ چونکہ ذات جامع صفات کی طرف ہے۔ اور الٰہی ذات حالتوں سے پاک ہو۔ اور حرکات یعنی زیر زبر پیش تین حالتوں کا ہی نام ہے۔ زبر کو افراط زیر سے تفریط پیش سے اعتدال اس لئے وہ حرف جس کا اشارہ خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ وہ بھی تین حرکات کے اثر سے منزہ ٹھہرا۔ اور دوسرا اس حرف یعنی الف کی مناسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح سے بھی ہے۔ کہ الف کو آنکھیں تو دیکھتی ہیں۔ مگر زبان ادا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ زبان تب ادا کر سکے۔ جب حرکات سے کوئی حرکت بھی ساتھ پڑھی جائے۔ بلا حرکت کس طرح ادا کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی نسبت بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ یعنی جس نے اس بے کیف ذات کو بے کیف بصیرت روحانیہ سے دیکھکر پہچان لیا۔ پھر اس کیفیت کو اگر بزبان قال بیان کرنا چاہے۔ تو اس کی زبان بیان کرنے سے عاجز رہتی۔ گویا گونگی ہے۔ سبحان اللہ اس بے کیف مسئلہ کی کیفیت بیان کرنے کے لئے الف کی کیسی مثال ہے۔ جو اس مسئلے کو خوب حل کر دیتی ہے۔

یہ تو دوسرے مرتبہ یعنی مرتبہ صفات کا بیان ہے۔ جسکی طرف الف اشارہ کر رہا ہے۔ اب رہا حرف با جو نقطہ کے تیسرے مرتبہ ... پر ہے۔ جیسے افعال الٰہیہ جنکا مرتبہ ذات سے تیسرے درجہ پر ہے۔ اور (ب) الف کی طرح نہیں جو الف کی طرح حرکات سے خالی ہو۔ یہ اس لئے کہ افعال کا مرتبہ جس کی طرف (ب) کا اشارہ ہے۔ یہ بھی حالات سے خالی نہیں۔ اور کوئی فعل نہیں۔ جس کا کسی زمانہ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ نہ ہو۔ ماضی ہو۔ حال ہو۔ خواہ استقبال اور صورت فعل زمانہ سے خالی نہیں۔ اسی لئے مرتبہ افعال کے مقابل حرف (ب) کو رکھا۔ پھر ان ہی تین حروف کی الفاظ سے تفسیر کے نقطہ کی تفسیر جس با سے مراد ذات ہے۔ اللہ کے لفظ سے بیان فرمائی اور مرتبہ صفات کے مقابل حرف کی تفسیر لفظ الرحمٰن سے اور مرتبہ افعال کے مقابل حرف کی لفظ الرحیم سے پھر اللہ کی تفسیر الحمد للہ اور الرحمٰن کی رب العالمین اور الرحیم کی مالک یوم الدین پھر اسی طرح آگے کو یہ سلسلہ لمبا چلا جاتا ہے۔ جسکا مفصل ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بس ایک تو یہ وجہ تھی جو خدا تعالیٰ نے فعلی کتاب کے آغاز کے مسئلہ کو قولی کتاب کے آغاز سے کھولدیا۔ اور اس ترتیب کو جو ان دونوں کے درمیان لازم ملزوم کی طرح تھی۔ صاف طور پر دکھلا دیا۔ اور بسم اللہ شریف کا وہ مطلب جو اوپر بیان ہوا۔ یہ بطور آیات توحید یعنی توحید کے نیچے بیان ہوا ہے۔ اس کے بعد بسم اللہ شریف آیات نبوت کے نیچے بیان ہو گی۔ اس طرح کہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے۔ کہ جیسے وہ رات کے بعد دن اور

دن کے بعد رات لاتا ہے۔ اسیطرح وہ روحانی سلسلہ میں بھی ایک دن اور ایک رات باری باری سے دورہ میں لاتا رہتا ہے۔ ہاں روحانی سلسلہ کی رات کا وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں ہر طرح سے لوگ اصل حقیقت سے دور جا پڑتے ہیں۔ اور بجائے خالق پرستی کے خلق اور اسباب پرستی میں لگ جاتے ہیں۔ اور روحانی سلسلہ کا روز روشن وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں لوگ خلق پرستی کی ظلمت سے نکل کر فضائے توحید اور خالق پرستی کی طرف آتے ہیں۔ اور جب جسمانی سلسلہ کی پُر ظلمت رات کے تغیر کے لئے ایک سورج کا ہونا ضروری ہے۔ اسیطرح روحانی سلسلہ کی رات کے تبدیل کرنے کیلئے ایک سورج کی ضرورت پڑتی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں رسول اللہ۔ اور چونکہ ہر ایک رسول ایک نئی تبدیلی کے لئے اپنے اپنے دور میں آتا ہے۔ اور اول وہ اللہ تعالےٰ کے صفات نورانیہ سے آفتاب کی طرح منور ہو جاتا ہے۔ تب اس کو اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کیلئے محض اپنی رحمانیت کے تقاضا سے روحانی سلسلہ کی رات کے پر ظلمت زمانہ کو ایک روشن دن کے ساتھ تبدیل کرنے کے واسطے دنیا میں مبعوث فرماتا ہے اس لئے کہ تا لوگ وہ نعمتیں جو ان کو بطور رحمانیت کے دی گئی ہیں۔ اور بلا عوض اور بلا درخواست دی گئی ہیں۔ انکو استعمال حقہ کی راہ سے رحیمیت کا فیض پائیں۔ اور ان فانی نعمتوں سے غیر فانی نعمتیں حاصل کریں۔ اس مقصد کی بنا پر شریعت حقہ کی مقدس اور کامل کتاب کا عنوان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سے ہوتا ہے جس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اس زمانہ کی اصلاح اور پاک اور روشن تبدیلی اللہ تعالےٰ کے اس رسول کے ذریعے سے ہوگی۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے صفات کے رنگ سے رنگین کرکے بعد اپنا کامل مظہر بنا کر محض رحمانیت کے تقاضا کے اس لیے بھیجا۔ تا لوگ رحمانی نعمتوں کے استعمال سے رحیمی نعمتیں اور فیض حاصل کریں۔ اور اسم کے معنے ہم نے مظہر اور ظل کے کئے ہیں۔ کیونکہ اسم اپنے مسمّٰی کی اس ہیئت پر واقع ہوتا ہے۔ جیسے ظل اپنے اصل سے۔ اور یہ معنے بسم اللہ شریف کے جو ہم نے ابھی بیان کئے ہیں۔

یہ بطور آیات نبوت کے دکھائے ہیں۔ اس میں نبوت کا مسئلہ عنوانی صورت میں بھی دکھلایا گیا۔ اس کے بعد بسم اللہ شریف کے معنے بطور تفاعل کے ہونگے۔ جو نبوت و رسالت کا اصلی منشا ہے۔ اس طرح ہر ایک مومن کو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے تمام حرکات سکنات کو بسم اللہ شریف کے موافق بجا لائے۔ کیا مطلب یعنی ہر ایک حرکت سکون کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے۔ اس خیال پر اور اس ارادہ کے ساتھ کہ میں اپنی تمام طاقتوں کو خواہ وہ کس قسم کی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھکر اس کے پاک مظہر رسول کے پاک نمونہ کی میزان کے ساتھ وزن کرکے سے استعمال کرتا ہوں۔ تا ان رحمانی نعمتوں کو رسول کے نمونہ کی میزان کے مطابق۔ استعمال کرنے سے رحیمی نعمتوں کو حاصل کروں۔ یہ معنے آیات نبوت سے اتر کر تفاعل نبوی کے مرتبہ پر کے معنے ہیں۔ جو نبوت کے بعد کا مرتبہ ہے۔

اس کے بعد بسم اللہ شریف استمدادی معنوں کا بھی ایک مرتبہ رکھتی ہے۔ اس طرح پر کہ جب تلاوت قرآن یا اور کوئی کار خیر شروع کرے۔ تو بسم اللہ پڑھکر شروع کرے۔ اور اس سے بطور دعا کے کامیابی فائدہ اٹھائے۔ اس طرح پر کہ میں ذات بابرکات حضرت جامع صفات کاملہ کے مبارک نام سے برکت چاہتا ہوں۔ تا ان نعمتوں سے جو مجھے بطور رحمانیت کے عطا ہوئی ہیں۔ ان کو جائز اور صحیح استعمال کرنے سے مجھے وہ کامیابی نصیب ہو۔ جو رحمانی نعمتوں کے صحیح استعمال سے رحیمی نعمتوں کی مبارک صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ بسم اللہ شریف میں علاوہ اس کے اجتہاد اور غور و تدبر کو استعمال میں لانے کا بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ جو لفظ الرحمان اور الرحیم سے استنباط ہوتا ہے۔ کیونکہ الرحمان کا فیض تو بلا کسی محنت اور عوض کے ہوتا ہے۔ جس کو انسان مدبرانہ طرز سے استعمال کرکے اس فیض کو ایک اور فیض حاصل کرے۔ جو پہلے فیض سے بقدر محنت اور کوشش اور استعمال صحیح کے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے دانہ کہ جب اسکو محنت کے بازوؤں کے ساتھ کامل سعی اور کوشش اور صحیح تدبیر سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اپنے وقت پر بو یا جاتا ہے۔ تو گو وہ اپنی رحمانی فیض کی صورت میں تن واحد ہوتا ہے۔ مگر محنت اور صحیح تدبیر اور استعمال کی صورت میں جب وہ اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ تو رحیمی فیض کی صورت میں وہ ایک نہیں رہتا بلکہ بجائے ایک کے وہ کئی دانوں کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی ہر ایک آیت گو بصورت ظاہر ایک انداز سے دانہ کی طرح ہے۔ مگر جب کوئی پاک دلی اور کامل خوض اور فکر کے ساتھ صحیح طریق سے اس میں تدبیر کرتا ہے۔ تو اس کی وہ طرز جو دانہ کی طرح معنے واحد کی صورت میں ظاہر تھی۔ کامل تدبیر کرنے سے ایک ہی وہی آیت کئی کمالات اور کئی معارف اور حقایق کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ اس لئے اس آیت یعنی بسم اللہ شریف سے اس ہدایت کو بھی پیش کیا۔ کہ قرآن کریم کو تدبیر سے اور غور سے پڑھو۔ چنانچہ اسی ہدایت کیلئے قرآن کریم میں مفصل طور پر بھی بیان فرمانا جہاں لکھا ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یعنی قرآن کریم کو تدبیر سے پڑھو۔ اور ان تالوں کو جو عدم تدبیر کی وجہ سے دلوں پر لگے ہیں تدبیر کی کلید اور چابی سے کھولو۔ بسم اللہ شریف کے متعلق نہایت دقیق اسرار کا ذخیرہ علاوہ مذکورشدہ اسرار کے اور بھی ہے۔ مگر افسوس کہ بوجہ خوف طوالت اسی پر کفایت کرنا پڑا۔ اب غور کر دیکھنا چاہئے۔ کہ بسم اللہ شریف سے خدا تعالیٰ کی قولی کتاب یعنی قرآن کا آغاز ہونا کیسا محل مناسب اور پر حکمت مقام پر ہے۔ کہ اس کے پہلے مرتبہ نے فعلی کتاب کے پہلے مرتبہ کو پوری ترتیب اور مناسبت سے بیان کیا۔ اور اس کے معانی کے دوسری مرتبہ نے توحید کے بعد کے مرتبہ یعنی نبوت رسالت اور مرتبہ نبوت سے پوری مناسبت دکھائی۔ اسی طرح تفاعل اور استمداد وغیرہ تمام مراتب جنکا انسان کو قبل از وقت کسی امر کے لئے محتاج ہونا پڑتا ہے۔ سب کو علی قدر مراتب بیان کیا۔ اور فعلی کتاب موافقت اور اتحاد کو ایسا دکھایا۔ کہ بس کمال ہی کر دیا۔

افسوس کہ کیسی کوتہ نظرین اور بے انصاف طبیعتیں ہیں۔ کہ ایسی پاک کلام پر اعتراض کئے۔ دیکھا کہ کیسا توجہ کا۔ اور کیسی خوش بیان اور پر حکمت بیان ظاہر ہوئے۔ اور اعتراض کردہ۔ اور پھر دیکھو۔ جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال۔

عاجز غلام رسول احمدی احمدی اجیکے ضلع گجرات

معمولی مصیبت یا عذاب الٰہی

جب کوئی رسول یا نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کیواسطے آتا ہے۔ تو اس قوم پر بلائیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ کیوں۔ (۱) اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ط تاکہ وہ خدا کی طرف جھک جائیں۔ (۲) اس نبی کے منکر کہتے ہیں۔ کہ ایسی مصیبتیں تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچتی رہی ہیں۔ فَقَدْ مَسَّ اٰبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ۔ اس لئے معمولی مصیبت اور عذاب میں فرق یہ ہے۔ کہ مصیبت تو علاج معالجہ سے یا کسی تدبیر انسانی سے دور ہو سکتی ہے۔ اور اتنا نقصان نہیں کرتی۔ مگر عذاب اسوقت تک نہیں جاتا جب تک وہ قوم دینی حالت آپ نہ تبدیل کرلے کہ (۲) ایمان نہ لائے اور تقویٰ اختیار کرے۔ (۳) استغفار یعنی خدا سے گناہوں کی معافی و حفاظت نہ مانگے۔ (۴) بالکل ہلاک نہ کرلے۔ اس زمانہ میں بھی خدا کا ایک نبی آیا ہے۔ اور سنت اللہ کے مطابق دو عذاب لایا ہے۔ طاعون اور زلزلہ۔ زلزلے نے جیسی بربادی کی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ پچیس ہزار انسان کانگڑہ میں ہلاک ہوئے۔ اور یہ بھی سب مانتے ہیں۔ کہ ایسا زلزلہ اس ملک میں سولہ سو برس سے کبھی نہیں آیا تھا۔ پھر اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ ابھی ۲۱- جولائی کو آدھی رات کے بعد سخت بھونچال آیا۔ گویا ۴- اپریل کے بعد زمین کانپنے والی ہوگئی۔ اور اسوقت سے ٹھیری نہیں (تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ) اور طاعون نو برس سے برابر تباہ کر رہی ہے۔ کوئی انسانی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ چنانچہ ہندوستان اخبار میں نوٹ چھپا ہے جسے مذہب سے تعلق نہیں۔ اور یہ بھی ایک ہندو کا پرچہ۔ طاعون کو ہندوستان میں آئے ہوئے عرصہ بارہ سال ہو چکا۔ لیکن اب تک اس نامراد مرض کا کوئی ایسا علاج نہ نکلا۔ جسپر اعتبار کیا جاسکے پہلے ٹیکا لگانے اور چوہے مارنے پر زور دیا جاتا تھا۔ لیکن ان تدبیروں کا حسب

مفرح عنبری

قیمت فی ڈبیہ پانچ روپیہ

جملہ ڈاکٹر صاحبان و حکمائے ہندوستان توجہ فرماویں

وزن پانچ تولہ
خوراک دو ماشہ
محصول بذمہ خریدار

ہنر شناس کو دکھلا ہنر۔ کہ خوبئے زر — اگر کھلے ہے تو صرّاف کی نظر چڑھ کر

خدائے کریم و رحیم کی بے اندازہ فیاضی ہے کہ مجھ جیسا ہیچمرز ملک کے لائق اطباء کی نظر میں اس عزت سے دیکھا جائے۔ جس کی مثال ہندوستان۔ جیسے ملک میں ہوگا اگر ممکن نہیں تو قریباً نا ممکن ضرور ہے۔ اور یہ محض خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم*

مفرح عنبری کو تیار کر کے جب اس بزرگ جماعت ڈاکٹران و حکمائے ہند کو توجہ دلائی گئی۔ کہ یہ ایک بے نظیر و لاجواب دوائی آپ کے ملک میں تیار ہوتی ہے۔ جس کا مقابلہ یورپ کی کوئی پیٹنٹ دوائی بھی جو تا حال اس غرض سے اس ملک میں آچکی ہیں نہیں کر سکیں اور نہیں کر سکتیں۔ تو اول اول جیسا کہ قاعدہ ہے میری عرض پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی گئی۔ لیکن رفتہ رفتہ جب ملک میں چاروں طرف مفرح عنبری کی شہرت ہوئی اور اس کے استعمال کرنے والے خود مجسم اشتہار بنکر اس کے موجد کی حوصلہ افزائی کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ پبلک جلسوں میں لیکچروں کے ذریعہ اس کا چرچہ ہونے لگا۔ تو الحمد للہ کہ اس بزرگ جماعت نے بھی توجہ مبذول فرمائی۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہندوستان بھر میں جو شہرت کا دقیقہ باقی رہ گیا تھا وہ اس قابل فخر جماعت کی طفیل اللہ کے فضل سے پورا ہو گیا*

اس بات کے کہنے کی تو میں جرأت نہیں کرتا۔ اور نہ کر سکتا ہوں۔ کہ خدانخواستہ آپ میں سے کسی کو ایسی عمدہ دوائی بنانا آتا نہیں یا آپ جانتے نہیں۔ جس حالت میں خداوند کریم کی عنایت سے آپ ہر طرح لائق تعلیم یافتہ سند یافتہ ڈاکٹری جماعت میں داخل ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی پر متعین ہیں۔ ہاں ساتھ ہی اس کے میں یہ بھی نہیں مان سکتا۔ کہ آپ کو اسکی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ ہر ایک دانا معالج کو جس کا کام ہر وقت مریضوں کا علاج کرنا ہے۔ خواہ وہ اپنے وقت کا ارسطاطالیس۔ جالینوس۔ بوعلی سینا ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ ہر ایک عمدہ چیز کی ضرورت ہے اور ہر ایک تعصب سے پاک [illegible] لبیب کو اسکی تلاش بھی رہتی ہے۔ چنانچہ بزرگان فن کا نہایت [illegible] ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا [illegible] نے بڑی توجہ سے کام لیکر میری عرض کو جگہ دی۔ خود فائدہ اٹھایا مجھے فائدہ ہوا مجھے دیا مریضوں پر احسان کیا آئندہ کیلئے ایک اتحاد قائم ہو گیا اور جو ذاتی فائدے ہیں وہ علیحدہ۔ میرے پاس کافی الفاظ نہیں کہ اس مختصر میں ان کا شکریہ ادا کر سکوں البتہ مکمل رپورٹ میں انشاء اللہ مفصل ذکر خیر کرونگا یہاں نظراً اسماء گرامی ان اکدل ہمعصر ونکے شکریہ کیساتھ عرض کرتا ہوں جو یہ ہیں:

جناب ڈاکٹر رام پرشاد صاحب انچارج مین ڈسپنسری نرسنگھ پور
جناب ڈاکٹر محمد رحمن صاحب پاپون ضلع مولمین
جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب۔ کمشنر [illegible]
جناب ڈاکٹر خان صاحب عبد المجید خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ لونٹیک اسائلم ناگپور
جناب ڈاکٹر غلام معظم صاحب کمپٹی ناگپور
جناب ڈاکٹر شیخ محمد حسین صاحب ایلور ضلع گوداوری
جناب ڈاکٹر مول چند صاحب پنشنر دھمتاری ضلع رائے پور
جناب ڈاکٹر محمد حیدر حسین صاحب حیدر صدر ڈسپنسری کھنڈوہ
جناب درگاہی بخش صاحب خاص ریاست ریوان
جناب ڈاکٹر سری رام صاحب ہنڈیہ ضلع الہ آباد
جناب ڈاکٹر عبد اللہ خاں صاحب پورنیہ بنگال
جناب ڈاکٹر عبد المجید خاں صاحب ضلع رانچی
جناب ڈاکٹر ناداچرن سرکار چیریٹیبل ڈسپنسری راؤزن بنگال
جناب ڈاکٹر ایس امین الدین صاحب قریشی سی۔ ایم۔ ایس سمگا ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر عبد العزیز صاحب مین ڈسپنسری دموہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر خلیل الرحمن صاحب ایچ ایس منڈلہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر عبد الفتاح خان صاحب ایچ۔ ایس ناگپور
جناب ڈاکٹر چھجو مل صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ آردی ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر کریم بخش صاحب ہزاری باغ بنگال
جناب ڈاکٹر پنڈت ہرے رام صاحب ڈمیزیری اسسٹنٹ ضلع ناگپور
جناب ڈاکٹر سید محمد ہادی صاحب امام باڑہ ڈسپنسری دھوگی
جناب ڈاکٹر محمد عبد القاہر صاحب وکٹوریہ میڈیکل ہال سیط پور بنگال
جناب ڈاکٹر بہادر علی صاحب جام گاؤں ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر شیخ شبراتی صاحب ریاست کھیراگڑھ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر غلام احمد خاں صاحب ایچ۔ ایس نواجی پور
جناب ڈاکٹر آغا حسین علی صاحب ینو میڈیکل ہال مانٹے
جناب ڈاکٹر سید احمد علی صاحب ایچ۔ ایس سیونی مالوہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر محمد امام خاں صاحب سینئر ہاسپٹل اسسٹنٹ جیل جاندہ
جناب ڈاکٹر اے۔ ٹی۔ بوس صاحب ایچ ایس دھنو بیدو برہما
جناب ڈاکٹر رحمت علی صاحب احمدی کنگ افریقین رائفلز سمالی لینڈ
جناب ڈاکٹر چمن خاں صاحب فسٹ بریگیڈ سمالی لینڈ
جناب ڈاکٹر سراج الدین صاحب ریاست بستر ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر مہیش چندرا صاحب [illegible] ضلع چاٹگام
جناب حکیم محمود حسین خاں صاحب ضلع ساگر
جناب حکیم سید سلطان حسین صاحب رضوی لکھنوی ریاست کوٹہ
جناب حکیم سید احمد علی صاحب دہلوی بنگلور
جناب حکیم خیر الدین صاحب۔ جویان ریاست پٹیالہ
جناب حکیم محمد علی صاحب ریاست خاص پالن پور
جناب حکیم محمد سلطان صاحب چھڈول ضلع کستنا
جناب حکیم محمد صدیق حسین صاحب جیلانی نجیب آباد
جناب حکیم محمد عزیز الرحمن صاحب ضلع باریسال
جناب حکیم عبد اللطیف صاحب ناندگاؤں ضلع ناسک
جناب حکیم حافظ سید عبد الکریم صاحب ضلع دیناجپور
جناب حکیم عبد الرزاق صاحب ضلع دیناجپور
جناب حکیم کرامت علی صاحب دھاپی ضلع پورنیہ
جناب حکیم سید عبد الرحیم صاحب بلہاری۔ مدراس
جناب حکیم عبد الجلیل صاحب۔ لاہرپور ضلع سیتاپور
جناب حکیم امیر الحسن صاحب گکواڑہ ضلع پورنیہ
جناب حکیم کرامت حسین صاحب ضلع پورنیہ
جناب حکیم محمد سالار صاحب قاضی سرکار تورنگل
جناب حکیم رحیم بخش پائک۔ ڈول پور
جناب حکیم محمد عبد المجید صاحب پھنگاؤں ضلع پورنیہ
جناب حکیم عشرت علی خاں صاحب عمرکھیہ ضلع باسم بنگال
جناب حکیم حافظ نعمت علی صاحب رنگون
جناب حکیم سید عبد القیوم صاحب سکندر نگر میمن۔ سنگھ
جناب حکیم ناظم حسین صاحب مانڈلے برہما
جناب حکیم محمد مہدی حسین صاحب دل سنگھ سرائے۔ دربھنگہ۔
جناب حکیم سید لیاقت حسین صاحب نواجی پور

آمدم بر سر مطلب

مفرح عنبری میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی POISON چیز از قسم کشتہ وغیرہ ہرگز نہیں ملایا جاتا اسلئے میں زور سے کہتا ہوں کہ آجکل کی قریباً کل مشتہرہ پیٹنٹ مقوی ادویات سے خواہ وہ یورپ کے کسی کونے سے آئی ہوں یا ہندوستان کے کسی فرضی جنگل سے نکلی ہوں اس کے مقابلہ میں آدھے چوتھائی نمبر بھی حاصل نہیں کر سکتیں۔

اب میں اسے ختم کر کے بڑے شوق سے آپ کے آرڈر کا منتظر ہوں:

بھائیوں کا خادم۔ حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری مفرح دلکشا کارخانہ رفیق الصحت لاہور

جریان سرعت رقت احتلام وغیرہ کا حکمی علاج

میں غلطی نہیں کرتا جبکہ میں کہتا ہوں کہ شاید دنیا میں اس سے بڑھکر ان امراض کا اور علاج نہ ہوگا۔ منی کی تقریباً کل امراض اس کے پتلا ہونے کے سبب پیدا ہوتی ہیں اور یہ چند دنوں میں اس کو گاڑھا قابل اولاد بنا دیتا ہے۔ سخت سے سخت جریان، دن میں اس کے ذریعے ہم نے دور کئے۔ قدرتی امساک جیسا اس دوائی میں ہے شاید کسی دوائی میں ہوگا۔ سرعت… انزال جو آجکل عام بیماری ہے اور تقریباً ۹۹ فیصدی اسکے ہاتھ سے رو رہے ہیں اسکو ایک ماہ کھانے سے نیست و نابود کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ دوائی طاقت بھی بخشتی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا کشتہ ترہ صاتہ دقلعی سکہ وجست ہے۔ قیمت چار روپے (للعہ) فی تولہ + ۳ ماشہ (عہ)

نوٹ: وہ لوگ محض بچے ہیں کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے کشتہ استعمال نہ کرنا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ کشتہ سنکھیا۔ شنگرف پارہ اور تانبہ استعمال کرنے سے پہلے حکیم کی رائے لینی چاہئے۔ مگر باقی کشتہ جات بلاخوف استعمال ہو سکتے ہیں۔ کشتہ ایک دن کے بچے کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کشتہ ہو۔ القصہ کشتہ جات کے نقصان پہنچانے کا خیال محض وہم ہے۔ اور سخت دیرینہ و مزمن امراض کا علاج بدون کشتہ جات ہو ہی نہیں سکتا ہے جس کو دیگر ادویات ایک مہینے میں گنوائیں۔ اسکو کشتہ جات گھنٹوں میں گنوا سکتا ہے۔

ہم مشروطیہ علاج بھی کرتے ہیں

بال اڑانیکی بینظیر دوائی

ایک منٹ میں بغیر جلنے کے بال نکلتے ہیں

یہ صفائی کمال بلا تکلیف ذرہ ذرہ جڑھ سے اکھاڑ دیتی ہے کھنٹی بالکل نہیں رہتی۔ کشتہ جست اور نشاستہ جیسی ملایم چیزیں ہی اسمیں شامل ہیں ایسی چیز پہلے نہ دیکھی ہوگی۔ آزمانے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت فی ڈبہ … نمونہ …

بال عمر بھر پھر نہ اگیں ☩ بال دور کرنیکی دوائی

بال اڑانیکی بے نظیر دوائی ہے بال صفا کرنے کے بعد اسکو استعمال کرنے سے بال عمر بھر نہیں اگتے۔ جگہ سیاسی کے منہ کی طرح صاف اور ملایم نکل آتی ہے۔ قیمت فی شیشی (عہ) اگر غلط ثابت ہو تو قیمت واپس۔

کرشمہ — میرا ایک لڑکا بیماری سے بیمار ہو گیا۔ ایک حکیم کی دوائی سے مرنے کے قریب ہو گیا حکیموں اور ڈاکٹروں نے مجھے مایوس کر دیا عین حالت نزع میں جبکہ ہم سمجھتے تھے کہ ۵ منٹ تک لڑکا زندہ نہ ہوگا میں اسکو پنڈت ٹھاکر دت شرما صاحب وید کے پاس لے گیا پنڈت جی نے ایک چاول بھر ایک کشتہ دیا۔ بس دیتے ہی لڑکے نے آنکھیں کھول دیں اور اب صحیح و سالم ہے۔ راقم لالہ چھو بھایا چال وارڈ لاہور

ٹھاکر دت شرما وید مالک دیش اپکارک اوشدھالیہ و ایڈیٹر اخبار دیش اپکارک و تعمیلی ڈاکٹر و مصنف … لاہور

ہندوستان میں ایک لاثانی کمپنی

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بھارت بیمہ کمپنی لاہور ہندوستان میں ایک لاثانی کمپنی ہے۔ مفصلہ ذیل وجوہات سے (۱) اسکا کل انتظام دیسیوں کے ہاتھ میں ہے۔ (۲) اس کا سرمایہ دیسی کارخانوں اور تجارت میں لگایا جاتا ہے جس سے اس ملکی تجارت کو فروغ ہوتا اور ملک کو فائدہ پہونچتا ہے۔ (۳) دیسیوں کے ہاتھ میں انتظام ہونیکی وجہ سے اس کمپنی کا خرچ دوسرے غیر ملک کی کمپنیوں کے مقابلہ میں بالکل کم ہے اور اس لئے نہایت مضبوط اور بنیاد پر قایم ہے (۴) جتنے ممبر کمپنی کے انتقال کر چکے ہیں انکے پسماندگان کو بلا حیل و حجت کے فوراً بیمہ کا روپیہ ادا کیا گیا ہے۔ چنانچہ تمام پبلک کمپنی کی خوش معاملگی اور حق شناسی سے واقف ہے۔ اس علاوہ اور بہی کئی خصوصیت اس کمپنی کو حاصل ہیں جو ہندوستانی باشندہ جو کہ اپنی زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اگر وہ ذاتی اور ملکی وجوہات کو مدنظر رکھیگا تو وہ قایل ہو جائیگا کہ اسے اپنی زندگی کا بیمہ سوائے بھارت کے اور کسی کمپنی میں نہیں کرانا چاہئے۔ آج وقت ہے کہ آپ اس محفوظ ترین کمپنی کے ممبر بنکر اپنے بال بچوں اور دیگر عزیزوں کے لئے ایک معقول رقم چھوڑ جانیکا انتظام کریں۔ ہماری کمپنی کی پراسپکٹس کا سرسری مطالعہ ہے آپ کو ہمارے دعوے کی صحت کا قایل کر دے گا ایک کارڈ پر اپنا نام و پتہ لکھکر بھیجنے پر اسپکٹس مذکور آپ کی خدمت میں بذریعہ ڈاک پہونچ جائیگا۔

گیان چند منیجر ویلی پور رہی یا درخواستیں بنام لاجپت رائے ساہنی سکرٹری بھارت بیمہ کمپنی لمٹیڈ لاہور ہونی چاہئیں۔

سچے کو ہمیشہ راحت ہے

حب بے بہا — اسکے استعمال سے کمی قوت باہ۔ دماغ کی کمزوری۔ خون کم پیدا ہونا۔ بدن کا پھیکا رہنا پٹھوں کی کمزوری بھوک کا کم لگنا۔ دماغی محنت کرنے والوں کیواسطے حقیقت میں بے بہا ہے قیمت دو روپیہ (عہ)

طلا طلسمی — یہ طلا ان شخصوں کو مفید ہے جو اپنی قوت جوانی کو زائل کر چکے ہیں خواہ کسی بات سے زیادہ لکھنا خلاف تہذیب ہے صرف ۷ یوم کے استعمال سے انشاءاللہ بالکل آرام ہو جاتا ہے قیمت ۶ ماشہ (عہ) جو کہ ایک آدمی کے واسطے کافی ہے۔ اسکا نمونہ نہیں جا سکتا۔

نخل مراد — یہ وہ اعلے قسم کی مٹھائی ہے جو مشک و عنبر میوہ جات و مقویات سے مرکب کر کے تیار کی ہے جو چند روز میں اپنا اثر دکھا کر بدن کو قوی کر کے باہ و دماغ و دل کو ازحد قوت بخشکر خون صالح پیدا کرتی ہے۔ بکس خورد (عہ) بکس کلاں (عہ) تین روپے کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔

سرمہ سلیمانی — یہ سرمہ امراض چشم کا جانی دشمن ہے جس کے چند روز کے استعمال کرنے سے جالا۔ پھولا۔ دھند۔ آشوب چشم۔ پڑبال۔ آنکھوں سے پانی بہنا۔ کمی بصارت۔ ناخنہ۔ وغیرہ کو بہت جلد رفع کرتا ہے آزمائش ضرور کیجئے۔ قیمت فی شیشی ایک تولہ ۸ر

سنون دندان — درد دندان۔ مسوڑوں کا پھولنا۔ دانتوں کا ہلنا۔ دانتوں میں کیڑا لگنا۔ دانتوں کا زرد ہو جانا۔ گندہ دہنی کا ہونا۔ غرض اس کے استعمال سے یہ امراض بہت جلد دفع ہو کر دانت مثل گوہر آبدار ہو جاتے ہیں۔ قیمت فی بکس ۳ر۔ المشتہر

حکیم محمد حسین ولد حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڈھ ضلع دہلی

کارخانہ احمدی راحت روح عطریات

یہ کارخانہ قنوج میں قدیم ہے بلحاظ تغیرات زمانہ اور کارخانے کثرت سے ہو گئے ہیں۔ بلحاظ قدامت اب ترقی دی گئی ہے اور عطر و تیل وغیرہ لوازمات صفائی سے تیار کئے جاتے ہیں۔ اور خوش معاملگی سے کارخانہ انجام دیتا ہے۔ شایقین بطور نمونہ ضرور طلب کریں۔

راقم۔ محمد عبداللہ و سعد اللہ تاجران عطر قنوج

کارخانہ عطر فرحت افزا نسیم

مختصر فہرست یہ ہے ❖❖❖❖❖

اگر آپ کو عمدہ عطر و تیل کی ضرورت ہو تو قنوج کے مشہور قدیم کارخانہ فرحت نسیم سے منگوائے روح خوش ہو جائیگی۔ گلاب ۴ر سے عہ تک۔ مشک عنبر ۸ر سے للعہ تک۔ کیوڑہ ۴ر سے عہ تک۔ مدمست ۲ر سے عہ تک۔ موتیا ۴ر سے عہ تک۔ پانڈاری ۲ر سے عہ تک۔ مہندی ۲ر سے عہ تک۔ حسن ۴ر سے عہ تک۔ چنبیلی ۴ر سے عہ تک۔ ناگر تیل فی شیشی ۸ر۔ مفصل فہرست منگوانے سے بھیجی جاوے گی۔

المشتہر منیجر کارخانہ فرحت افزا نسیم قنوج ❖ ❖ ❖ ❖

رعایتی فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ازالہ اوہام - حصہ دوم یہ بے نظیر کتاب حضرت سلطان القلم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبردست قلم کا نتیجہ ہے جس میں اپنے دعوے کے متعلق نہایت ... شرح و بسط سے کام لیا ہے اور مخالفین کے اعتراضون کو نمبروار توڑا ہے۔ قیمت ادہنی آنہ۔ ست بچن ۱۰ر **آریہ دھرم** - آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے طشت ازبام کر دیا ہے خصوصیت کے ساتھ مسئلہ نیوگ کے خطرناک بُرے نتائج کو کہولکر دکھایا ہے اور آریہ کے ان اعتراضون کا جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں قیمت ۴ر **نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط** حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت (۲ر)

سراج الدین عیسائی کے چار سوالون کا جواب - عیسائی مذہب کی تردید اور اسلام کی حقیقت پر حضرت خلیفۃ اللہ کا لطیف رسالہ۔ دوسری مرتبہ چھپا ہے۔ قیمت (۲ر)

فیصلہ آسمانی - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلم سے مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۳ر

نور القرآن - حصہ دوم۔ عیسائیون کا عجیب رد۔ قیمت (۴ر)

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات

تفسیر القرآن - پارہ اوّل۔ یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے۔ صدہا خطوط پسندیدگی بہیجے گئے ہیں یہانتک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باہر بھی اس کو قبولیت ہو گئی ہے قیمت عصہ

سلک مروارید - سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح اور ان میں سلسلہ عالیہ کی تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا گیا ہے۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ قیمت ۳ر

سلک مروارید حصہ دوم - جو جنوری ۱۹۰۶ء میں چھپکر شایع ہو گیا ہے۔ یہ رسالہ بھی انشاء اللہ اپنے حصہ کی طرح مفید اور موثر ہوگا۔ نہایت سلیس زبان میں مستورات کو اسلام کی سچائی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عظمت و صداقت سے واقف کیا ہے۔ اور غیر مذاہب خصوصاً عیسائی مذہب کی حقیقت کو کہول کر دکھایا گیا ہے اور اس دجل سے آگاہ کیا گیا ہے اور اس دجل سے آگاہ کیا گیا ہے جو زنانہ مشنری عورتین استعمال کرتی ہیں اور جن کے ذریعہ ناواقف اور بھولی بھالی عورتوں کو اسلام سے بدظن کیا ہے۔ ۸۸ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۳ر علاوہ محصول ڈاک۔

رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء - دارالامان میں ۱۸۹۷ء میں دسمبر کے اواخر میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تہا جس میں حضرت حجۃ اللہ نے تین زبردست تقریرین بیان فرمائیں۔ قیمت رعایتی ۸ر

الانذار حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۸ء کو قادیان میں ایک جلسہ طاعون کے متعلق کیا تھا۔ قیمت ۳ر

اصلاح النظر - قیمت ۲ر۔ **تفسیر سورہ تبت** قیمت ۲ر

سواء السبیل نمبر اوّل۔ قیمت ۱ر۔ نسخ رد شیعہ۔ قیمت ۲ر

قصیدہ ضوابط الاسرار۔ قیمت ۸ر **برہان الحق** (عیسائی مذہب کی حقیقت کہولی گئی ہے) قیمت ۲ر۔ **دعوت الحق** نمبر ۲۔ قیمت ۱ر

النصح قیمت ۱ر **مسلمانون کا خدا اور اوسکے حضور دعا** - قیمت ۱ر

نمونہ قرآن مجید - قیمت ۳ر محمود کی آمین ۳ پائی۔

دوسرا جنگ مقدس حصہ دوم - ۲ر

تفسیر القرآن پارہ دوم	۱۴ر
تفسیر سورہ بقر مکمل	۱۴ر
مراۃ الجہاد۔	عہ
ضرورت امام	۱ر
تحفہ احمدیہ	۱ر

المشتہر مینجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

... اینڈ سنز مالکان کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا۔

الٰہی سلسلے اور ارتداد

مذکورہ بالا عنوان کے نیچے جو کچھہ میرے پیارے اور محترم بھائی مولوی محمد علی صاحب نے ریویو میں لکھا ہے وہ فی الحقیقت اپنے آپ ہی نظیر ہے اور ایک حقیقت شناس کیلئے کافی سے زیادہ ہے اگرچہ اوس کے بعد کسی مزید تحریر کی ضرورت نہ تھی مگر بدین لحاظ کہ میاں ثناءاللہ صاحب مولوی فاضل نے اپنے اخبار اہلحدیث کے اغراض و مقاصد میں یہ دکھلایا ہے کہ اہلحدیث کا کام دین اسلام و سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا ہے اور کہ مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیث کی خصوصاً دینی اور دنیوی خدمت کرنا ہے اور اسمیں جو کچھہ مضمون ہوتی ہیں وہ قرآن اور حدیث سے استنباط کر کے لکھے جاتے ہیں جسکے لئے سرورق پر یہ شعر لکھوا جاتا ہے کہ ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

مگر جہانتک نظر غور سے اخبار اہلحدیث کو دیکھا جاتا ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اغراض و مقاصد کے درج اخبار کر دینے سے ہی صرف مطلب ہے یہ کوئی ضروری نہیں خیال کرتے کہ انکو نظر رکھکر مضامین درج اخبار ہوں کیونکہ اگر اغراض و مقاصد کا خیال ہوتا تو کبھی ایسے امور پر ... سے ہر اعتراض نہ کیا جاتا جن کا قرآن و ... حامی ہے یا جس فعل کے کرنے کی قرآن ... لئے بڑے زور و شور سے تاکید کی ہے شاید ... یہ بات پڑھکر چونک پڑیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ... کہ اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن کا مصداق ... بات کرے جو اوسکے اصول کے سراسر خلاف ... ہم ناظرین کی خاطر ایک نمونہ پیش کرتے ہیں ... کہ وہ اس بات پر پورے غور و خوض سے کام ... لے سکیں کہ دراصل دینی و دنیوی خدمت کرنے ... میں اہلحدیث کمال رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ کچھہ عرصہ ہوا ہے کہ فاضل ایڈیٹر اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن کے مدعی نے شدادی بہشت کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا جسمیں اس بات پر بڑا زور دیا کہ دس روپیہ کی تنخواہ والے سے ایک روپیہ ماہوار سلسلہ کی امداد اور اشاعت کے لئے لینا سخت ظلم ہے اور ایسے شخص شدادی بہشت کے خواہاں ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ کلمات کن حضرات کے زبان سے نکلا کرتے ہیں ہمارے

ایک دوست نے جب قرآن کی آیات جلیلہ سے ثابت کیا اور بتلایا کہ آپ تو ایک روپیہ کو رو رہے ہیں اور شدادی بہشت کا لالچ ٹھہراتے قرآن تو فرماتا ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور یا ایہا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ یغفر لکم ذنوبکم و یدخلکم جنت تجری من تحتھا الانہر و مسکن طیبۃ فی جنت عدن ذالک الفوز العظیم ۝ اور حضرات صحابہ کرام کے حوالے دئے کہ کس طرح پر دو نہوں جائیں اور مال اپنے اس حکم بجا آور ہے ہیں دئے تو کیا ہم اسباب کے قائل ہو جاویں کہ آیا فی الحقیقت یہ تمام بزرگ شدادی بہشت کے لالچی تھے۔ اور کہ کیا ابوبکر صدیق نعوذ باللہ سب سے بڑھکر اپنا مال راہ خدا میں سلسلہ کی امداد اور اشاعت کے لئے دیدیا اور صرف ایک کمبل رکھہ لیا۔ تو اسکا جواب میاں ثناءاللہ صاحب مولوی فاضل سے کچھہ بن نہ آیا اور ادھر ادھر بغلیں جھانکنے لگے۔ ہاں اونکے ایک مدح خوان نے البتہ ایک جواب لکھا تھا جو سوال دیگر و جواب دیگر کے علاوہ ہمارے دوست کے مضمون کی تائید ہی کرتا تھا اور جس سے ثابت ہوتا تھا کہ گویا نعوذ باللہ صحابہ کرام اور خصوصاً صدیق اکبر نے بالکل قرآن پر عمل نہیں کیا چنانچہ اونکے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کی تشریح دوسرے جگہ موجود ہے یعنی اس آیت میں کہ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو یعنی دریافت کرتے ہیں تجھے کہ کیا خرچ کریں تو جواب دیدے کہ اپنی ضروریات اور خرچ سے جو کچھہ بچے وہ خرچ کرو تو گویا اس سے ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام نے جو جانیں اور مال نثار کیا وہ اس حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا اور خاصکر جناب صدیق کی روائی تو بالکل درست نہ تھی۔ بلکہ ترک اسلام کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی اصول پر عمل نہیں کیا۔ الغرض یہ تو وہ دین اسلام کی اور سنت نبی علیہ علیہ السلام کی اشاعت و حمایت ہے جو اہلحدیث کے کالموں میں پہلے ہوتی رہی۔ مگر حال کی خدمت پہلے سے کسقدر زیادہ ہی ہے کیونکہ پہلے خدمت کا منشاء اور مقصد تو صرف یہ تھا کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی اور تعلیم کا اثر نعوذ باللہ جیسا کہ صحابہ پر پڑنا چاہئے تھا نہیں پڑا وہ اس طرح پر کہ جب لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کے یہی معنے ہیں کہ اپنی ضروریات اور خرچ سے جو

کچھہ بچے وہ سلسلہ کی امداد اشاعت میں خرچ کرنا چاہئے تو نعوذ باللہ اس پر نہ تو صحابہ ہی نے عمل کیا اور نہ خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم خداوندی پر عمل کیا جیسا ترک اسلام میں اس کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ ایکدن آنحضرت صلعم عصر کی نماز پڑھکر فوراً مکان پر چلے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور بیان کیا کہ میرے گھر میں چاندی کا ایک ٹکڑا تھا نبی کی شان نہیں کہ اوسکے گھر میں ایسی چیزیں رہیں تو اب غور طلب تو یہ امر ہے کہ جب خداوند کریم امر کرتا ہے کہ جو کچھہ تمہارے خرچ سے بچے وہ اللہ تعالےٰ کی راہ و سلسلہ کی خدمت و اشاعت کے لئے دو تو ایک چاندی کا ٹکڑا جو جناب کے لئے کافی ہی بہ سبب اسکے نہ تھا کہ آپکی چند حرم محترم تھے کیوں اوسکا رکھنا ہی درست خیال کیا گیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ بھی ایک گونہ دینی خدمت اور حمایت و اشاعت اسلام تھی جو اہلحدیث نے کی اور کسی کو مجال نہیں جو اسکے اس خدمت و حمایت ہونے سے انکار کرے۔ چونکہ ہمارے منشاء اہلحدیث کی ساری لائف پر ریویو کرنے کی اسوقت نہیں ہے اسلئے ہم اصل مقصد کیطرف رجوع کرتے ہیں۔

ہمارے سامنے اسوقت اہلحدیث ... جلد ... ہے جسمیں فاضل ایڈیٹر نے حسب بیان حکیم محمد الدین صاحب یہ دُر فشانی کی ہے کہ مرزا صاحب کہا کرتے ہیں کہ میرے دعوی کو منہاج نبوت پر جانچو لیجئے ہم جانچتے ہیں بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہرقل شاہ روم نے کفار مکہ سے سوال کیا کہ ھل یرتد احد منہم سخطۃ لدینہ یعنے کوئی اس نبی (علیہ السلام) پر ایمان لاکر اسکے دین کو ناپسند سمجھکر مرتد بھی ہوتا ہے؟ جواب ملا کہ نہیں بادشاہ نے کہا کہ یہی سنت نبیوں کی تھی کہ اونکے اصحاب میں اون پر ایمان لانے کے بعد اونکے دین کو ناپسند سمجھکر مرتد کوئی نہیں ہوتا تھا پس جب ڈاکٹر صاحب (عبدالحکیم) مرزائی نبوت پر ایمان لاکر الگ ہوگئے تو اس کو صاف نتیجہ نکلتا ہے،،

فاضل ایڈیٹر کے نتیجہ پر پہونچنے سے پہلے لازم ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کاتب الوحی اور ابن خطل عبداللہ بن جحش و پادری عماد الدین مرحوم اور پادری رجب علے اور پادری احسان اللہ و پادری عبداللہ آتھم وغیرہ کے کتابیں ہدایت المسلمین و اندرونہ بائبل وغیرہ ملاحظہ کی جاویں اور ان ایام کے مرتد بلکہ دھرم پال کی کتاب ترک اسلام اور پھر فاضل جناب سے دریافت کیا جاوے کہ آیا ان مرتد لوگوں نے بزعم خود اسلام کو ناپسند کر کے چھوڑا ہے جیسا کہ عبداللہ

بن ابی سرح اور ابن خطل اور عبداللہ بن جحش اور مسیلمہ وغیرہ نے یا اسلام کی خوبی کے قائل ہوکر؟ حیرت یہ تو اس زمانہ کے مرتد لوگ ہیں جنکا نمبر اول دوم و سوم و ۵ میں ذکر ہوا مگر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ فاضل صاحب کی علمی لیاقت اور حدیث و قرآن و سنت اللہ کی واقفیت کے نیز دین اسلام کی حمایت و اشاعت کے قائل ہوکر فاضل صاحب کا پچھلے زمانہ کے مرتد لوگوں سے ٹاکرا کرا دیں تاکہ ناظرین کے دلمیں یہ وسوسہ نہ پڑے فاضل صاحب کی خدمت دینی اور حمایت و اشاعت اسلام قابل قدر نہیں۔ کیونکہ خیر سے فاضل صاحب حمایت و اشاعت اسلام میں ایسے سرگرم ہیں کہ وہ وہ دلائل پیش کر دیتے ہیں کہ جس سے نہ تو اسلام ہی رہے اور نہ مسلمان تاکہ آئے دن کی عرق ریزی اور تکلیف سے خلاصی ہو اور نت آریوں سے بحث مباحثہ کیلئے دولت خانہ کے جدائی کا ناگوار پیالہ نہ پینا پڑے اور اسمیں شک نہیں کہ یہ بھی ایک گونہ خدمت ہے۔

میرے سامنے اسوقت ایک کتاب تاریخ کی ہے جسکا نام "تاریخ تمدن اسلام" ہے جسکے مصنف مصر کے نامور فاضل علامہ **جارجی زیدان** صاحب بہادر ایڈیٹر الہلال ہیں اور جو مطبع روز بازار امرتسر میں فاضل صاحب کی قرب و جوار میں طبع ہوئی ہے پیتے مناسب سمجھا کہ فاضل صاحب کی اس تحقیق کہ "سنت نبیوں کی یہی ہے کہ اونکے دین سے اونپر ایمان لاکر کوئی مرتد نہیں ہوتا ہے،، مقابلہ کر کے فاضل صاحب کی دینی، اور دنیوی خدمت اور حمایت و اشاعت اسلام کی داد دوں۔ چنانچہ صاحب موصوف کی کتاب تاریخ تمدن اسلام کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاکر اور اونکے دین کو قبول کر کے نہ ایک نہ دو بلکہ قبیلے کے قبیلے مرتد ہوئے اور اس ردۃ کا معاملہ ایسا سخت ہوگیا کہ آخرکار اون مرتد لوگوں نے مسلمانوں پر حملہ کر کے اونکے مٹا دینے اسلام کو اور بیخ دین سے اوکھیڑ دینے کی ٹھان لی۔ مگر قبل اسکے کہ میں صاحب بہادر کی عبارتیں نقل کروں مناسب خیال کرتا ہوں کہ یہ بیان کر دوں کہ علامہ مذکور نے یہ باتیں کہاں سے لیکر اپنے کتاب میں درج کیں۔ تاکہ فاضل ایڈیٹر اون کتابوں سے ان باتوں کا ثبوت لے سکے اگر اوسکو شک ہووے اور اس ثبوت کیلئے صاحب علامہ نے پہلے کتاب کے مقدمہ میں اون کتابوں کی فہرست دی ہے جن سے اونہوں نے یہ باتیں نیز دوسری

باتمین لے کر درج کی ہیں۔ اور وہ فہرست خلاصتاً یہ ہے۔

ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابن خلکان مقریزی۔ بلاذری۔ ابی الفدا تاریخ خمیس مسعودی۔ مقری۔ فخری۔ سیوطی۔ ابن جحیر یاقوت اور اصطخری وغیرہ لوگوں کی کتابیں اغانی۔ عقد الفرید۔ ابن عبدربہ۔ کشکول۔ مستطرف۔ سراج الملوک وغیرہ تفسیر رازی تفسیر زمخشری۔ صحیح بخاری مشکوٰۃ المصابیح ہدایہ۔ کتاب الخراج۔ قدامتہ۔ ابن جعفر کی کتاب۔ الخراج وصنعتہ الکتابتہ۔ ماوردی کے احکام السلطانیہ۔ ملک سعید کی عقد الفرید حیاۃ الحیوان۔ کشاف۔ اصطلاحات الفنون کشف الظنون۔ کلیات ابی البقا وغیرہ وغیرہ۔" ان تمام امور کے بعد علامہ مذکور نے "تاریخ تمدن اسلام" کے صفحہ ۵۹ پر "خلفائے راشدین" کے عنوان کے نیچے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر کرتے ہوئے یوں بیان کیا ہے۔ کہ "ابو بکر نے زمام خلافت ایسے وقت ہاتھ میں لی تھی۔ جبکہ اسلام نہایت بے چینی اور خطرہ کی حالت میں مبتلا رہتا تھا۔ اس اضطراب کی وجہ ردّۃ تھی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں" پھر لکھتے ہیں۔ کہ "کئی آدمیوں نے (جو اسلام کے مطیع ہو چکے تھے) نبوت کا باطل دعویٰ کر دیا۔ جن میں خاندان بنی اسد سے طلیحہ بن خویلد الاسدی۔ بنی تمیم میں سے سجاح اور یمامہ کے باشندوں میں بنی حنیفہ میں مسیلمہ وغیرہ کئی شخص تھے اور ہر شخص نے اپنے قبیلہ اور مددگاروں سے امداد حاصل کی تھی۔ اس وجہ سے عرب کے تمام قبائل میں کچھ ایسی کھلبلی پڑ گئی تھی۔ کہ تو بہ ہی بہلی بعض تو ان میں سے ان دعویداروں کے پیرو بن گئے اور کچھ ایسے تھے۔ جو صرف زکوٰۃ دینے سے باز رہے۔ حالانکہ زکوٰۃ اسلام کے ابتدائی ارکان میں شامل اس کی حالت بعینہٖ ایسی ہے۔ جیسے سلطنت میں مال کا صیغہ اور یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہر وقت ہر جگہ سلطنتوں کے قیام کے لئے مال کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور بعض عرب بدین خیال زکوٰۃ کے ادا کرنے سے رک گئے۔ کہ انہوں نے اُسے "تاوہ" کی قسم سے سمجھا۔ جو وہ جاہلیت کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے" صفحہ ۵۹ پھر صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ "ردّۃ کا معاملہ اس قدر سخت ہو گیا۔ اور مرتد لوگوں نے اتنا زور پکڑا۔ کہ ان میں سے بعضوں نے خود مدینہ پر چڑھائی کرنیکا قصد کر کے اوس پر حملہ کر ہی دیا۔ ان دنوں مدینہ مسلمانوں کا پایۂ تخت تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ یہ حملہ آور اُسے فتح کر لیں۔ لیکن ابو بکرؓ نے نہایت عمدگی کے ساتھ انکی مدافعت کی۔ اور انہوں نے مرتد لوگوں سے جنگ کرنے میں ایک تجربہ کار عقلمند و دوراندیش شخص کی طرح کام کیا۔"

اب ناظرین غور کر سکتے ہیں۔ کہ مولوی فاضل صاحب کا یہ فضول دعوےٰ کرنا کہ سنت انبیاء یہی ہے۔ کہ ان کے اتباع میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ اور ڈاکٹر عبد الحکیم کے مرتد ہونے سے مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کا نتیجہ نکالنا کیا کچھ حیثیت رکھتا ہے؛ کیونکہ اگر یہ سچ ہے۔ کہ ایک نبی کا مرید اس کو مان کر مرتد نہیں ہوتا۔ اگر مرتد ہووے۔ تو وہ نبوت کا مدعی کاذب ہوتا ہے۔ تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر نبی کے وقت میں لوگ مرتد ہوتے رہے ہیں۔ جیسے کہ پہلے الحکم اور ریویو کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم سے کسقدر لوگ مرتد ہوئے اور اب تک ہوتے جاتے ہیں۔ کیا یہ صداقت کی دلیل ہے؟ مگر مولوی فاضل صاحب بھی مجبور ہیں۔ شاید اون کے علم میں یہ بھی اسلام کی حمایت و اشاعت اور مسلمانوں کی دینی خدمت ہو۔ اور اسمیں شک بھی نہیں۔ کہ یہ بھی ایک گونہ خدمت ہے۔ خواہ تردید کی ہو

فقط خاکسار محمد حسین از دھرم کوٹ بگہ

ایک ضرورت جو محسوس ہو رہی ہے۔

قومی یا سلسلہ کے اخبارات کا جہاں یہ فرض ہے۔ کہ وہ قوم کو نوشتہ الصادقین کے مقاصد و اغراض کی تعمیل کیلئے تازہ حالات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان ملت کے نصائح اور ہدایات سے مستفید کرتے رہیں۔ وہاں میرا خیال ہے کہ انکا یہ بھی ایک کام ہے۔ کہ قوم کی تمدنی مجلسی علمی ضروریات اور ان کی تکمیل کے طریقوں سے بھی اپنے فہم اور سمجھ کے موافق آگاہ کرتے رہیں۔ اور اسی تحریکوں کے ذریعے قوم میں قومی ضروریات کا احساس پیدا کرتے رہیں۔ اسی بنا پر میں وقتاً فوقتاً بعض ضروریات سے قوم کو آگاہ کرتا رہا ہوں۔ اور میں نہایت مسرت سے ظاہر کرتا ہوں۔ کہ وہ تحریکیں کسی نہ کسی حد تک مفید اور موثر ثابت ہوتی ہیں۔

یہ بھی ایک مسلم بات ہے۔ کہ جو سلسلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے وقت پر قائم کیا جاتا ہے۔ اسکی ابتدا کی رفتار پانی کے اس سوتے کی طرح ہوتی ہے۔ جو پہاڑ کے کسی مقام سے نکلتا ہے۔ اور راستہ میں مختلف چٹانوں اور راستوں میں ٹکراتا ہوا اور رکتا ہوا ایک سمت اور وہ بھی رفتار سے چلتا ہے۔ اسکی قوت کم اور اس کے بالمقابل مشکلات اور روکیں زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن جوں جوں آگے چلتا ہے۔ اس کی رو تیز اور طاقتور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہر قسم کے کراڑوں سے گرتا ہوا اور ہر قسم کے خس و خاشاک کو لیتا ہوا بڑی شدت کے ساتھ بہ نکلتا ہے اسی طرح پر ایسے سلسلوں کا ابتدا نہایت کمزوری سے ہوتا ہے۔ اور ہر طرف سے اس کے تباہ و ہلاک کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ لیکن وہ ہر قسم کی مشکلات اور ممانعتوں پر غالب آتا ہے اور عالمگیر ہو جاتا ہے۔ اس کی یہ رفتار اور حالت ایک آیت اللہ ہوتی ہے۔ صاف نظر آتا ہے۔ کہ خدائی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ پس اس ابتدائی زمانے میں جب کہ جماعت قلیل اور وہ بھی ضعفا اور غربا کی ہوتی ہے۔ اسکی ضرورتیں کسی حالت میں کم نہیں ہوا کرتیں۔ اپنے مخالفوں کے حملوں سے تدافع کا انتظام بھی اسے کرنا پڑتا ہے۔ اپنی اغراض و مقاصد کی اشاعت کے لئے بھی خرچ کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ اپنی ذاتی تعلیم اور ترقی کے لئے بھی مصارف پیش آتے ہیں۔ مگر پھر ایک زمانہ اس پر آجاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فضل اور برکات نازل کرتا ہے۔ پھر قومی ضروریات کا تہیہ خارق عادت طور پر ہونے لگتا ہے۔ اس کلیہ اور قاعدہ سے یہ سلسلہ جو اس زمانہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نام سے اللہ تعالیٰ نے قایم کیا ہے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور اسلام کا احیاء کرے۔ اور اس کے برکات اور فیوض کا عملی ثبوت دے۔ بھی مستثنےٰ نہیں ہو سکتا۔ آئے دن اسکی ضرورتوں کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ اور قوم کی جیبوں کو ٹٹولنا پڑتا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ قوم گھبراتی نہیں۔ اکتاتی نہیں۔ بلکہ ہمت اور حوصلے کے ساتھ آگے قدم بڑھاتی ہے۔ اس لئے مجھے اس تحریک کو کرتے ہوئے یہ وہم بھی نہیں آسکتا۔ کہ کس طرح پر اسکو لبیک کہنے کے لئے قوم طیار ہو گی۔ میں جانتا ہوں۔ کہ جلد یا بدیر اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کیا جائیگا۔ اور اسکی تکمیل کے لئے ہاتھ بڑھایا جاویگا۔

قوم کا کوئی فرد غالباً اس سے بھی ناواقف نہیں۔ کہ حضرت حجۃ اللہ کو بعثت سے بھی پہلے یہ الہام ہوا تھا۔ وسع مکانک یاتون من کل فج عمیق۔ تو اپنے مکان کو وسیع کر۔ تیرے پاس دور دراز سے لوگ آئینگے۔ اور اس کثرت سے آئینگے۔ کہ راہ گہرے ہو جائینگے۔ یہ پیشگوئی جس جلال اور شان سے پوری ہوئی ہے۔ اسکے اظہار کی اس وقت ضرورت نہیں حضرت اقدس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں جتنی امکان وسعت مکانات کے سوال کو مدنظر رکھتے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے۔ کہ جسقدر کوئی حصہ مکانات کا وسیع ہو جاتا ہے۔ مہمانوں کی کثرت سے آ اور بھی تنگ کر دیتی ہے۔ اور وہ ضرورت پہلے سے بھی زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔ اب کثرت سے ایسے مہمان آتے ہیں۔ جو اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لاتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں مکانات کی دقت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ شہر میں مکانات ملتے نہیں۔ حضرت کے مکانات پہلے ہی کم پڑ چکے ہیں۔ اور سخت مشکلات پیش آتی ہیں جو لوگ یہاں آتے ہیں۔ اور یہاں رہتے ہیں۔ وہ ان ضرورتوں اور مشکلات کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسلئے ان دقتوں اور مشکلات کو جلد قدر مراتب دور کرنیکے لئے میری رائے میں یہ تجویز مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہر ضلع کی جماعت اپنے مصرف اور خرچ سے یہاں ایک حصہ ایسے مکانات کا طیار کرائے۔ جن میں متعدد زنانہ مکان بھی ہوں۔ اور جب اس ضلع کا کوئی بھائی یہاں آئے۔ تو وہ ان مکانات سے فائدہ اٹھاوے۔ اور چونکہ ان مکانات کی مرمت اور شکست و ریخت کے مصارف جاریہ ہونگے۔ اسلئے جن ایام میں وہ مکانات خالی رہیں۔ تو ایسے لوگوں کو کوئی حصہ ان کا کرایہ کے طور پر دیا جاتا رہے۔ جو یہاں آتے رہتے ہیں۔ مثلاً بعض مریض آتے ہیں۔ یا ایسے لوگ جنکا یہاں اپنا کوئی مکان نہ ہو۔ اور وہ اہل و عیال ساتھ لائے ہوں۔ جنکے کئی ایسے ضلع کے ہوں۔ جہاں کی جماعت اپنا کوئی مکان نہ بنا سکتی ہو۔ بہرحال ایسے مکانات کی عارضی آمدنی ایسی ہو سکتی ہے جو انکے اخراجات مرمت وغیرہ کے لیے کافی ہو۔ سوائے مہمانخانہ تو کافی ہو سکتے ہیں۔ اور مردوں کو ایسے مشکلات پیش نہیں آسکتے۔ لیکن جب زنانے ساتھ ہوں۔ تو تکالیف پیش آتی ہیں۔ اسلئے ہر ضلع کی جماعت اس تجویز پر غور کرے اور اگر وہ اسکو پسند کرے۔ تو اس تجویز پر عمل درآمد کرنے کی سعی کرے۔ قادیان کی انجمن احمدیہ انشاء اللہ اس تجویز پر عملدرآمد کیلئے انکو مناسب مدد دے سکیگی۔ یعنی مناسب موقعہ زمینوں کا خرید کر لینا۔ اور وہاں مکانات کی تعمیر کا انتظام کرنا۔ بہرحال یہ تجویز ایسی نہیں۔ جو سرسری نظر سے ٹالدی جاوے۔ اب ہم میں سے ہر ایک کا فرض یہ ہونا چاہئے۔ کہ جہانتک ہم سے ہو سکے حضرت اقدس کے گرامی قدر اوقات کو ایسے چھوٹے سے امور کہیں۔ اپنی اور قومی ضروریات پر ہم خود نظر کریں۔ میرا خیال نہیں تھا کہ سیالکوٹ یا لاہور کی جماعتوں میں سے کوئی ایک اس کام میں سبقت کیلئے طیار ہو جائیگی۔ الحمد للہ ہمارے اندر دل ہیں برکت اور جوار ہیں

عرفانی

عورتوں کی حالت کی اصلاح

اسلام ایسے وقت آیا۔ کہ عورتوں کی حالت مختل تھی۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے حقوق معدوم تھے، ذلت و اعتقاد کی کوئی حد نہ تھی، حتیٰ کہ بعض لوگ جو ایک طرح سے پیغمبر کے مبعوث ہونے کے اعتقاد میں تھے۔ اُن کا بھی خیال تھا کہ عورتوں کا کوئی حق نہیں، ادنیٰ سبب پر طلاق دینا، بغض اور اوپرے دل سے گھر میں رکھنا، تعدد زوجات ہے کہ اس کی حد نہیں۔ یا ایک ہی پر بس کرتے ہیں۔ تو دوسری غریب عورتیں فقر د ہوا و ہوس کی شکار ہو رہی ہیں۔ اسلام نے اس خلل پذیر حالت میں کیا کیا اور کیونکر یہ علت زائل کی؟ اُس نے لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا قطعاً حرام قرار دیا۔ اور نہ ترک کرنیکی صورت میں لوگوں کو روز قیامت کے دردناک عذاب سے ڈرایا۔ کہ "جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی پوچھی جائیگی۔ کہ کس گناہ پر قتل ہوئی" عورتوں کی شان بلند کی، حقوق کی حفاظت کی، اور جیسے حقوق اُن پر ہیں، ویسے ہی اُنکے لئے بھی حقوق قرار دیئے۔ بھلائی کے ساتھ عورتوں کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسے اُن پر ہیں۔ اور مردوں کا اُن پر درجہ ہے۔ یہ درجہ طاقت اور خرچ دینے کا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں مذکور ہے۔ تمام مذہبی احکام اور ممانعتوں میں عورتوں اور مردوں کو برابر قرار دیا۔ "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، عفت مآب مرد اور عفت مآب عورتیں، خدا کے بہت ذکر کرنے والے مرد اور بہت ذکر کرنیوالی عورتیں، خدا نے ان سب کے لئے مغفرت و ثواب عظیم جمع کر رکھا ہے" دوسری آیت میں ہے۔ "میں تم میں سے کسی کام کرنیوالے مرد و عورت کا عمل ضائع نہیں کرتا" مرد نے اس سے جان لیا کہ دنیا کی طرح آخرت کی رفیق بھی اُسکی عورت ہے۔ اور ما سوا اس کے کوئی امتیاز دونوں میں نہیں۔ احسان اور اچھے برتاؤ کرنیکا حکم کئی مقام پر دیا ہے۔ اور تکلیف کے ساتھ رکھنے سے انہیں منع کیا ہے اور مرد کے دل میں کچھ کراہت آئے۔ جیسا بھی اُسکی دلدہی کی ہے۔ کہ "عورتوں سے اچھی طرز معاشرت رکھو۔ اور اگر تمکو اُن سے کراہت پیدا ہو۔ تو ایسا بھی ہو کہ کسی چیز کو تم مکروہ سمجھو۔ اور خدا اُسی میں بہت سی بھلائی دے" یہ اسلئے دلدہی کی ہے کہ ادنیٰ سبب پر طلاق دینے میں جلدی نکرے۔ مرد کو سوچ سمجھ لینے اور قبل اسکے کہ طلاق دے طرفین سے ایک ایک حکم مقرر کرنیکا حکم دیا ہے "اگر تم کو باہم ناموافقت کا خوف ہو تو ایک حکم مرد کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے بھیجو" یہ اسلئے کہ طلاق گو مباح ہے لیکن خدا کے نزدیک یہ بہت برا کام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ لیکن اگر کسی سبب سے باہم موافقت نہ ہو سکتی ہو تو عدم طلاق میں بڑا حرج ہے۔ اور خاندانی انتظام کیلئے اسقدر مخل ہے کہ اسکا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے جن لوگوں کے مذہب میں طلاق حرام ہے وہ جس وسیلہ سے ہو سکتا ہے۔ اُس حرمت سے رہائی حاصل کرتے ہیں۔

جن لوگوں کا مزاج وہمی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ طلاق مباح ہوتی ہے۔ میاں بیوی میں محبت کم ہو جاتی ہے کیونکہ عورت ہر وقت طلاق سے خوف زدہ رہتی ہے لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ جو عورت یہ جانتی ہو۔ کہ شوہر کے ساتھ اُسکا تعلق مجبوری کا ہے۔ شوہر کی محبت کا اُسکو کیا۔ اس عورت کو زیادہ خیال ہوگا۔ جو یہ سمجھتی ہو کہ محبت نہ ہوتی۔ تو جدائی آسان تھی۔ یہ واقعات کو اُلٹے پہلو پر لانا کیسا۔

عرب میں بھی اور عجم میں بھی بیویوں کے تعداد کی کوئی حد نہ تھی۔ اسلام نے اُسکے لئے ایک حد مقرر کر دی۔ اور قید لگا دی۔ کہ اگر بیویوں کے ساتھ ناانصافی کرنیکا خوف نہ ہو۔ تو چار نکاح تک مباح ہے۔ اس اباحت کے بہت سے فائدے ہیں مثلاً:

(۱) فرض کرو۔ عورت ایک مزمن مرض میں مبتلا ہے۔ مرد کو ضرور اُس سے نفرت ہوگی۔ اب یا تو اُسے رہنے دے۔ اور یا طلاق دیدے۔ طلاق دینا ایسی حالت میں خلاف مروت انسانیت ہے کیونکہ وہ عورت دوسرے کے ساتھ شادی بھی نہیں کر سکتی۔ اور ہو سکتا ہے کہ دوسرا اُسکے لئے کفیل بھی نہ ہو۔ اگر رہنے دیتے ہیں۔ اور دوسری شادی نہیں کرتے۔ تو نسل منقطع ہوتی ہے۔ اور وہ خود بہت سے امراض میں تجرد کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے یا مثلاً خواہش نفسانی اُسکو بدکاری کی طرف مجبور کرتی ہے۔ اگر وہ خود کسی مرض مزمن میں مبتلا ہوا۔ تو اُسوقت طلاق دینا عین دانشمندی ہے۔ کیونکہ مرض اگر سرایت کنندہ ہے۔ تو بیوی اسکے متعدی اثر سے محفوظ رہے۔ دوسرے سے شادی کر سکے۔ اپنے فرض منصبی پر کاربند ہو۔ یا کچھ کمانے کھانے کا شغل کرے یہ سب فوائد طلاق سے حاصل ہوتے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ طلاق دینے اور کئی شادیاں کرنے میں عورتوں کے لئے اصلاح ہے۔ یا ضرر رسانی؟ عورتوں کا عقیم ہونا بھی مزمن مرض ہے۔ ایسی صورت میں دوسری شادی کرنے سے یہ مسئلہ اچھی طرح حل ہو جاتا ہے۔ خصوصاً اس شخص کے لئے جو وارث ملک و مال کا طلبگار ہو۔

(۲) عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے زائد ہے۔ اگر کئی شادیوں کا حکم نہ ہوتا۔ تو بہت سی عورتوں کے لئے سوائے اسکے اور کوئی حیلہ نہ تھا۔ کہ اپنے ننگ و ناموس کی تجارت کریں، جیسا کہ یورپ کے اکثر شہروں میں رائج ہے اس طرح پر عورتیں مبتذل ہونے کے علاوہ اکثر امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں" اور جب محتاج ہوں یا سن زیادہ ہوا، یا کوئی عضو جاتی رہی۔ تو بدقسمتی سے بجز خودکشی کے اور کوئی چارہ کار اُن کے واسطے نہیں۔ لہٰذا کئی شادیوں میں اصلاح ہے یا ضرر رسانی؟ ساتھ ہی جب یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مردوں کی خواہش نفسانی عورتوں سے بہت زیادہ[1] ہے۔ اور مردوں کو عورتوں کے تعدد ازدواج کی زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس فن کے علوم سے واضح ہے۔" تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کی اباحت بہر صورت نوع انسان کے موافق ہے اس سے ہمکو انکار نہیں۔ کہ بعض اوقات اس سے نقصان بھی پہنچتا ہے۔ لیکن عقل و دور اندیشی سے نقصان سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

عقلمند مرد اور اُس کی عورت میں جو محبت خدا نے پیدا کی ہے۔ وہ تعدد ازدواج کی وجہ سے زائل نہیں ہو جاتی جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، اس لئے کہ مرد کا دل ایک سے زیادہ کے لئے وسیع ہے۔ جسطرح کہ ماں کو اپنے سب لڑکوں۔ اور اُستاد کو اپنے سب ہوشیار شاگردوں کی محبت ہوتی ہے تعدد سے نہ محبت جاتی رہتی ہے۔ اور نہ یہ اس کی منافی ہے، ہاں عشق کے ضرور منافی ہے۔ جو محبت کی ایک قسم کی بیماری کا نام ہے۔ عشق سے ہماری مراد ایک شخص کی پرستش کرنا، اس کے لئے فنا ہو جانا، اور اُس پر مرمٹنا ہے۔ جو کسی دانشمند کے مناسب حال نہیں۔ اور یہ دوامی بھی نہیں۔ بلکہ سریع الزوال ہے جس محبت کا وجود مقصود ہے۔ وہ عبارت ہے اس آیت سے "خدا نے تم لوگوں میں باہم مودت و رحم کو پیدا کیا" یعنی شفقت و اخلاقی محبت نہ ذاتی محبت اور تعدد اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ ایک آدمی بہت سے لوگوں کے ساتھ مہربانی و شفقت و اخلاقی محبت کر سکتا ہے۔ اس حیثیت سے جب مرد پر عورت کی نظر پڑیگی۔ اور جانے گی۔ کہ مرد اس کا سرپرست اور کفیل ہے۔ تو ناچار اُسکے دل میں محبت پیدا ہوگی۔ اپنی سوکنوں سے کتنی ہی کراہت کیوں ہو۔ یہ کراہت خودغرضی کی خواہش سے ہوتی ہے۔ اور مرد کو جائز نہیں۔ کہ بلا ضرورت اسکے خلاف مقتضی ہو۔ تو [illegible] کی اطاعت کرے۔ عورت اگر یہ سمجھ لے کہ اُسی کی طرح مرد بھی چاہتے ہیں۔ کہ دوسرے لوگ ہماری کفالت کریں۔ اور یہ نسبت عورتوں کے مردوں کی کمی مجبور کر رہی ہے۔ کہ ایک مرد کئی عورتوں کی نگرانی کرے، تو عام فائدہ پر اپنے ذاتی نفع کے ترجیح دینے کو شاید نامناسب خیال کریں، جس سے ہمارا مذہب بھی بیزار ہے۔ خلاصہ یہ کہ شریعت اسلام نے عورتوں کے مسئلہ کو اچھی طرح حل کر دیا ہے۔ اور اُن کی حالت کی ایسی اصلاح کی ہے۔ کہ کسی شریعت میں اس کا ایک شمہ بھی نہیں[2]۔ یورپ نے پہلے ایک زمانہ تک تو اسلام سے سخت عداوت کی۔ لیکن اب رائیں اسلامی تعلیمات کے قریب آتی جاتی ہیں۔ البیان

---

[1] پہلے اطبا کی رائے تھی کہ عورتیں نسبتہً قوی الشہوۃ ہوتی ہیں۔ لیکن اصول جدیدہ سے یہ مسئلہ غلط ثابت ہوا ہے

[2] اسلام نے عورتوں کی جو قدر کی ہے۔ اور تیرہ سو برس سے جو حقوق عورتوں کے مسلم ہیں۔ انکے مقابلے میں مسیحیت کا یہ برتاؤ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ ۱۸۸۲ء تک انگلستان میں دستور تھا۔ کہ عورتیں مرد کی جائداد ہیں۔ لہٰذا شوہر اپنی بیویوں کو خاطر خواہ قیمت لیکر بیچ ڈالتے تھے۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وصیّت نامہ

(۱) میں مسمی غلام نبی ولد جان شاہ قوم شیخ ساکن ماہل پور تحصیل گڈھ شنکر ضلع ہوشیار پور بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۲۶ ماہ فروری ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں نے رسالہ الوصیّۃ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء شایع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں ان ہدایات کا جو اس میں درج ہیں۔ پابند ہوں۔ اور ایسا ہی میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا۔ جو الوصیّۃ کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا ان کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکورہ کے متعلق شایع ہوئے۔ یا آیندہ ہونگی میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد شرائط مشتہرہ انجمن مذکورہ کے وصیت ہذا میں پابند رہیں گے۔

(۳) میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

(۴) میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ لیکن مبلغ دس روپیہ ماہوار کا سر رشتہ تعلیم میں مدرس ہوں۔ اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ یعنی مبلغ ایک روپیہ ماہوار چندہ سلسلہ احمدیہ کی امداد میں یعنی ۱۲/ ماہوار لنگر خانہ میں اور ۴/ ماہوار چندہ سکول جیسا کہ پہلے کمترین دیتا تھا۔ دیتا رہوں گا۔ اور میری مرنے کے بعد میرے ورثہ کی ۱/۱۰ حصہ کی انجمن مذکور مالک ہو گی۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں اور کوئی جائداد پیدا کروں۔ یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد میری متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جائداد کا حصہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ وصیت میں کیا ہے۔ میں ایسے جائداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا۔

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے۔ اور اگر میں قادیان میں فوت ہوں۔ اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں۔ تو احمدی جماعت میری لاش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شایع ہو چکی ہیں۔ یا آیندہ شایع ہونگی۔ دار الامان قادیان میں پہنچائی جائے۔ اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جائے۔

(۷) میری یہ بھی وصیت ہے۔ کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانی اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جس قدر اخراجات ہوں۔ ان اخراجات کی متکفل میری جائداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ چہارم پنجم میں کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اندازہ کر کے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالے کروں گا جسکا اعلان مجلس مذکور کی طرف سے میں کرا دونگا۔ اور اگر ان اخراجات کیلئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا۔ اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئے۔ تو میری دیگر متروکہ جائداد جس میں یہ وصیت کردہ شامل نہ ہو گی۔ ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے ورثا ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہونگے۔ جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے۔ اور میرے پس ماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگے۔

(۸) یہ بھی وصیت اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں نے یہ وصیت ابتغاً لوجہ اللہ کی ہے۔ اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں۔ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکی۔ تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائداد کے متعلق کی ہے۔ اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ و ۵ میں کیا ہے۔ درست اور قائم رہیگی لیکن یہ ضروری ہو گا۔ کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے۔ میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے۔

(۹) یہ کہ اگر حسب فقرہ نمبر میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکی۔ تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہوں گا یا میری جائداد متروکہ سے وصول ہوئی تھی اس کو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثا کو نہ ہو گا۔ بلکہ مجلس کو ہو گا

الگواہ شد
عزت علی ولد سبحان علی نمبردار قوم آدان
ساکن بہبووال بقلم خود — نشان انگوٹھا

العبد
غلام نبی مذکور ماہل پوری حال مدرس بہبووال تحصیل دسوہا ضلع ہوشیار پور بقلم خود
نشان انگوٹھا

الگواہ شد
علی احمد ولد امام الدین قوم آدان ساکن
بہبووال بقلم خود — نشان انگوٹھا

نکاح کی متعلق خط و کتابت کرنیوالے

احباب یاد رکھیں۔ کہ الحکم اس معاملہ میں ان کے اشتہارات تو مفت چھاپ سکتا ہے۔ اور چھاپتا رہتا ہے۔ لیکن یہ عنایت وہ اسکے حال پر نہ کرین کہ وہ اس خط و کتابت کیلئے وقت کے علاوہ روپیہ بھی خرچ کرے۔ وہ اس بوجھ کو اٹھانے سے معذور ہے۔ آیندہ کسی خط کا اس معاملہ میں ہرگز جواب نہ دیا جاویگا جسکے ساتھ ٹکٹ نہ ہوں گے۔

شادی ہو گئی

سید احمد نور صاحب مہاجر کی شادی مولوی عبد اللہ خاں صاحب لیٹ سکرٹری ہنڈداد نخاں کی دختر نیک اختر سے بمقام جہلم ہو چکی ہے۔ اس تحریک کے محرک ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب ڈپٹی ہنری اسسٹنٹ سرجن ہیں۔ جنکی وہ ہمشیرہ زادی ہے۔ جس ارادت اور حوصلہ کے ساتھ اس معاملہ میں ڈاکٹر صاحب اور انکے بہنوئی مولوی عبد اللہ خاں صاحب نے سبقت کی ہے وہ ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ کوئی لمبی بات نہیں ہوئی۔ کوئی شرط نیز جہیز وغیرہ پیش نہیں ہوئی۔ محض خدا کیلئے انہوں نے اس امر کو پیش کیا۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ ... اللہ تعالےٰ انکے اخلاص کو ضایع نہ کریگا۔

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے اہل بیت کی صحت الحمد للہ اچھی ہے۔ حضرت بدستور حقیقت الوحی لکھ رہے ہیں۔ تیرھواں جزو لکھا جا رہا ہے۔ اوائل میں حضرت اقدس کا خیال تھا۔ کہ یہ رسالہ چار پانچ جزو کا ہو گا۔ مگر اب تو تیرہ جزو تک لکھا گیا۔ اور ابھی مضمون آرہا ہے۔ نہایت ہی عجیب اور بے نظیر کتاب ہو گی۔

۲۔ موسم میں برسات کا پورا رنگ آگیا ہے خوب بارشیں ہو چکی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔

مقامی احکام کو توجہ کرنی چاہیئے

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں مینے تحصیلدار صاحب بٹالہ کو متوجہ کیا تھا۔ کہ قادیان کی حیثیت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور یہ موسم وبائی امراض کا موسم ہے۔ اسکے گرداگرد روڑیوں کے ڈھیر متعفن ہو کر ہوا کو خراب کر رہے ہیں۔ اگر جلد تدارک نہ کیا گیا۔ تو اندیشہ ہے۔ کہ وہ صحت پر برا اثر ڈالیں۔ اور ہیضہ اور ملیریا فیور پھیل جاوے۔ مگر میں حیران ہوں کہ وہ خدا جانے۔ اپنے فرایض منصبی میں ایسے منہمک ہیں۔ کہ اسطرف توجہ ہی نہیں کر سکتے۔ یا انہیں اس امر کی پرواہ نہیں۔

میں ایکبار پھر ملک بسنت لال صاحب کو متوجہ کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے فرایض منصبی کو ملحوظ رکھیں اور جسقدر جلد ممکن ہو۔

قادیان کے ارد گرد سے ان روڑیوں کو اٹھانے کے لیئے مناسب انتظام کریں۔ بصورت دیگر میں عام فائدہ کیلئے مجبور ہونگا۔ کہ اس معاملہ کو افسران بالا دست تک لے جاؤں۔ اس صورت میں انہیں ناچار اس معاملہ پر توجہ کرنی پڑیگی۔ اسلیئے بہتر یہی ہے کہ اس سے پیشتر کہ ایک خفیف معاملہ دور تک پہنچے۔ وہ علاج کی دعا لیں۔ ملک صاحب یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ تحصیل بٹالہ کی پبلک بھری بیٹھی ہے۔ اور اس بہوشے کو موقع کی ضرورت ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں لگ کر شکایت کا موقع نہ دیں۔

میں انہیں پھر اس امر پر متوجہ کرتا ہوں۔ کہ وہ قادیان کے گرد کی روڑیاں اٹھوانیکی فکر کریں۔ اسمیں انکا کیا ہرج ہے اگر وہ اپنے منصبی فرض کو پورا کر کے ہمیں شکر گذاری کا موقع دیں۔ عدم توجہی کر انکی عزت یا وقار پبلک کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ خشک مزاجی انکا رعب دلوں میں قایم کر سکتی ہے۔ لالہ موتی لال صاحب جس عزت اور عظمت سے دیکھے جاتے تھے۔ میں کہتا ہوں۔ وہ بات لوگوں کے دلوں سے اٹھتی جاتی ہے۔ اور اگر ابھی کچھ بھی ہے تو ان کی نیاز مندی۔ ق م

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا سچے کا حامی ہو

آمین

اس امر سے اکثر لوگ واقف ہوں گے جو ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب جو تخمیناً بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہے چند دنوں سے برگشتہ ہو کر سخت مخالف ہو گئے ہیں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں میرا نام کذاب مکار شیطان دجال شریر حرام خور رکھا ہے اور مجھے خائن اور شکم پرست اور نفس پرست اور مفسد اور مفتری اور خدا پر افترا کرنے والا قرار دیا ہے اور کوئی ایسا عیب نہیں ہے جو میرے ذمہ نہیں لگایا گویا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ان تمام بدیوں کا مجموعہ میرے سوا کوئی نہیں گذرا اور پھر اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کر کے میری عیب شماری کے بارہ میں لیکچر دئے اور لاہور اور امرتسر اور پٹیالہ اور دوسرے مقامات میں انواع و اقسام کی بدیاں عام جلسوں میں میرے ذمہ لگائیں اور میرے وجود کو دنیا کیلئے ایک خطرناک اور شیطان سے بدتر ظاہر کر کے ہر ایک لیکچر میں مجھ پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا غرض جو مجھے اُسکے ہاتھ سے دکھ اٹھانا پڑا اسکے بیان کی حاجت نہیں اور پھر میاں عبد الحکیم صاحب نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ہر ایک لیکچر کے ساتھ یہ پیشگوئی بھی صدہا آدمیوں میں شائع کی کہ مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ یہ شخص تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائیگا اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ کذاب اور مفتری ہے" میں نے اسکی ان پیشگوئیوں پر صبر کیا مگر آج جو ۱۴ اگست ۱۹۰۶ء ہے پھر اسکا ایک خط ہمارے دوست فاضل جلیل مولوی **نور الدین** صاحب کے نام آیا اس میں بھی میری نسبت کئی قسم کی عیب شماری اور گالیوں کے بعد لکھا ہے کہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے اس شخص کے ہلاک ہونے کی خبر مجھے دی ہے کہ اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائے گا جب اس حد تک نوبت پہنچ گئی تو اب میں بھی لسانت میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتا کہ جو کچھ خدا نے اس کی نسبت میرے پر ظاہر فرمایا ہے میں بھی شائع کروں اور درحقیقت اس میں قوم کی بھلائی ہے کیونکہ اگر درحقیقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کذاب ہوں اور پچیس برس سے دن رات خدا پر افترا کرتا ہوں اور اسکی عظمت اور جلال سے بیخوف ہو کر اس پر جھوٹ باندھتا ہوں اور اسکی مخلوق کے ساتھ بھی میرا یہ معاملہ ہے کہ میں لوگوں کا مال بددیانتی اور حرام خوری کے طریق سے کھاتا ہوں اور خدا کی مخلوق کو اپنی بدکرداری اور نفس پرستی کے جوش سے دکھ دیتا ہوں تو اس صورت میں تمام بدکرداروں سے بڑھکر سزا کے لائق ہوں تا لوگ میرے فتنہ سے نجات پاویں اور اگر میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ میاں عبد الحکیم خان نے سمجھا ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھکو ایسی ذلت کی موت نہیں دے گا کہ میرے آگے بھی لعنت ہو اور میرے پیچھے بھی۔ میں خدا کی آنکھ سے مخفی نہیں مجھے کون جانتا ہے مگر وہی اسلئے میں اس وقت دونوں پیشگوئیاں یعنے میاں عبد الحکیم خان کی میری نسبت پیشگوئی اور اس کے مقابل پر جو خدا نے میرے پر ظاہر کیا ذیل میں لکھتا ہوں اور اس کا انصاف خدا کے قادر پر چھوڑتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔

میاں عبد الحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی میری نسبت پیشگوئی

جو اخویم مولوی نور دین صاحب کی طرف اپنے خط میں لکھتے ہیں انکے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

مرزا کے خلاف ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ مرزا مسرف کذاب اور عیار ہے صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ اور اسکی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔ *

اسکے مقابل پر وہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے میاں عبد الحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں

خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں † ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے ‡ پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا ✠ رب فرق بین صادق و کاذب۔ انت تریٰ کل مصلح و صادق ✣

† خدا تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے عبد الحکیم خان کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دیکر کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے اور میں شریر اور خدا تعالیٰ اسکے رد میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب انکو نصیب نہیں ہوگا اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور صادق اور کاذب میں کوئی امر خارق نہ رہے۔ منہ

‡ اس فقرہ میں عبد الحکیم خان مخاطب ہے اور فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے آسمانی عذاب مراد ہے کہ جو بغیر ذریعہ انسانی ہاتھوں کے ظاہر ہوگا۔

✠ یعنے تو نے یہ غور نہ کی کہ کیا اس زمانہ میں اور اس نازک وقت میں اُمت محمدیہ کے لئے کسی دجال کی ضرورت ہے یا کسی مصلح اور مجدد کی۔

✣ یعنے اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے۔ اس فقرہ الہامیہ میں عبد الحکیم خان کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ پس چونکہ وہ اپنے تئیں صادق ٹھیراتا ہے خدا فرماتا ہے کہ تو صادق نہیں ہے میں صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دوں گا۔ منہ

* اسمیں میاں عبد الحکیم خان نے خدا کے اصل لفظ بیان نہیں کئے بلکہ یہ کہا کہ تین سال میعاد بتائی گئی۔ منہ

المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام
قادیان ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی

عبد الحکیم خان جواب دیں

بسم اللہ الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم مخدومی شیخ یعقوب علی صاحب السلام علیکم مہربانی فرما کر ان چند سطور کو اپنے اخبار میں چھاپ دیں۔ چند اوراق بے معنی جو ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب نے اپنی تفسیر القرآن بالقرآن کے ترجمہ میں لکھکر بھیجے ہیں اور مجکو بسبیل ڈاک وصول ہوگئے ہیں ان اوراق میں ضمیمہ ۲۹ پارہ ضمیمہ ۲۹ تفسیر کی ترجمہ میں یہ اوراق چھاپے گئے ہیں جو مضامین اوس میں درج ہیں وہ پہلی اعتقاد کے مخالف ہیں اسلئے بلیے مالک مطبع ۔ عزیزی نسرا ورٹی کو خط لکھ دیا کہ میں ان اوراق کو شامل نہیں کر سکتا نہ اوراق بلقہ کو نکال سکتا ہوں کیونکہ میں پہلی ادی عقیدہ پر قائم ہوں انشاء اللہ تادم زیست قائم رہونگا کیونکہ وہ پہلی تفسیر بیت دراز تجربہ سے اور مشاہدہ سے لکھی ہوئی ہے اب تھوڑے دنوں سے آپ کا یک لخت پھر جانا کوئی دنیاوی غرض رکھتا ہوگا کیونکہ آپنے اپنی پھر جانے کی کوئی معقول دلیل نہیں لکھی ہیں اور مکی تفسیر القرآن نشر کی وصولی قیمت واپس کرونگا میں ایک غریب آدمی ہوں میری یہ استطاعت نہیں کہ میں بغیر وصولی قیمت واپس کردوں جیسا کہ میاں حبیب الرحمان صاحب حاجی پور والے نے کیا ہے تفسیر بلا وصولی قیمت واپس کردی ہے پس یہ چند سطور بطور اشتہار درج اخبار کراتا ہوں ڈاکٹر صاحب میری قیمت تفسیر القرآن واپس کردیں تو میں تفسیر ان کو معہ اوراق زائد چھاپے بھیجدوں ورنہ میں ان اوراق کو چاک کردونگا۔ کیونکہ ان اوراق کو ہمراہ کلام پاک شامل کرنا مناسب نہیں معروضہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء عرضیہ نیاز علی احمد خان دفتر سرجری اسسٹنٹ چھاونی پشاور

آریوں کی کرتوت

سول کورٹ نمبر اول

میں سہارنپور کے مناظرہ سے فارغ ہو کر رڑکی کو گیا تھا۔ وہاں آریہ سماج کی تعلیم کی حقیقت عوام پر روشن کرنے کے لئے دو تین لیکچر دئے گئے ایک نوجوان آریہ سماجی ٹھیکیدار جن میں چڑ کر بڑے جوش کے طور پر ہو کر کہنے لگے کہ ہم مناظرہ کے لئے تیار ہیں پس جواب دیا گیا کہ اپنی سماج کیطرف سے باقاعدہ شرائط طے کر اکر ٹھیک مناظرہ کیجئے۔ مگر وہ کسکی سنتی تھی انہوں نے تین چار خطوط مجھے روانہ کئے جن میں بالکل بیہودہ باتیں اور سخت کلاموں کی بھرمار تھی۔ غرضیکہ میں نے ان سب کے جواب میں آخرکار ایک خط سکرٹری آریہ سماج رڑکی کی خدمت میں ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء کو روانہ کردیا۔ اور میں وہاں پر ۲۵ جولائی تک مقیم رہا مگر اسکا کوئی جواب نہ آیا۔ اس خط کی نقل حسب ذیل ہے جسکا عوام کی واقفیت کیلئے اخبار میں شائع کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہو ہذا۔

نقل خط از جانب خاکسار عبد العزیز۔

قاسمی پریس لودھیانہ بنام سیکرٹری بڑی صاحب آریہ سماج رڑکی ۔ شریمان جی نمستے! گذارش یہ ہے کہ آپ کے یہاں کے کوئی مہاشہ تارا چند ساکن موضع جوراسی مجھے بار بار خطوط بھیجکر بیہودہ باتیں لکھتے ہیں اسلئے آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ آپکی مرضی سے ایسا کر رہے ہوں (کیونکہ سماج کا چپراسی خطوط لیکر آتا ہے) تو آپ خود باقاعدہ انتظام مناظرہ کا کرائیے۔ اور کسیوقت کس مقام پر آپ خود یا آپکی جانب سے چند اصحاب مجھ کو یا میری دوستوں کو باہم ملکر شرائط وغیرہ طے کر کے عام اعلان جلسہ مناظرہ کر کے یہ کام کر ڈالیں۔ اگر وہ آپ کی صلاح کے ایسا نہ کرتے ہوں تو آپکو لازم ہے کہ ان کو ایسی کاموں سے روک دیویں کیونکہ مجھے یاد ہے کہ آریہ سماج کے جملہ کام باقاعدہ طور پر ہوا کرتے ہیں۔ میسے ہر جگہ سماج کی جانب سے ایسی کام ہوا کرتے ہیں۔ فرداً فرداً سماج کے ممبروں کی جانب سے ایسی کوئی کام نہیں ہوا کرتے۔ اور خواہ رڑکی کے یہاں رڑکی میں ہو یا نہ ہو مگر جب اخبارات میں لکھا جاویگا تو یہی شائع ہوگا کہ رڑکی کے آریوں کی شائستگی اور تہذیب کا نمونہ یہ ہے۔ جو مہاشہ تارا چند جی کے خطوط سے روشن ہے یا بو تارا چند جی اپنی آخری خط میں اب مجھ کو دریافت کرتے ہیں کہ تمہاری علمی لیاقت کسقدر ہے اور تم اسلام کی کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہو اور تم نے پنڈت لیکھرام جی وغیرہ کی کتب کی تردید میں بھی کوئی کتاب لکھی ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ پس آپ انکو مطلع کریں کہ ان باتوں کی اون کو کیوں فکر پڑی آم کھانے سے کام یا درخت گننے سے۔ یعنے جو کہ ایک کتاب تحفہ آریہ سماج شائع کرادی ہے صرف اس پر گفتگو کرنا لازم ہے۔ پس آپ کو معلوم ہو کہ میرا یہ دعوے ہے کہ آریہ سماج کی تعلیم کا بہت سا حصہ خود اسکی مسلم کتب سے خلاف ہے۔ اس دعوے کے دلائل میری کتاب میں درج ہیں۔ آپ کی سماج مجموعی طور پر دیکھتی ہے یا پرکھتی نہیں؟ اگر یہ انتظام کر سکتی ہے کہ اس دعوے کو رد کری تو آپ خوشی سے انتظام کیجئے۔ اور جو تاریخ مناظرہ کی باہم متوسط ہو جاویگی اس موقعہ پر مقام مقررہ پر حاضر ہو جاؤنگا اسقدر اور نوٹ کر لیجئے کہ میری کتاب کے جن مضامین پر جس جس قدر انعامات مقرر ہیں وہ بموجب شرائط مندرجہ کتاب ادا کر دی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آریوں کی مکتی

(سلسلہ کیلئے دیکھو الحکم ۳۰ جون)

سوامی جی مہاراج نے کسی مذہب کی مکتی کو پسند نہیں کیا۔ مسلمان۔ عیسائی جینی۔ بام مارگی۔ پورانک سب پر اعتراض کئے ہیں۔ صرف اپنی ہی مکتی کو افضل اور اعلیٰ اور ہر قسم کے اعتراض سے پاک مانا ہے۔ لیکن ہمیں تو آریہ کی مکتی میں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آئی۔ جس سے ان کے گرو جی مہاراج کے دعویٰ کو سچ مانا جاوے۔ بلکہ یہاں بھی وہی گڑ بڑ موجود ہے۔ سنئے سوامی جی فرماتے ہیں۔ "مکتی میں مادی جسم یا آلات احساس جیو آتما کے ساتھ نہیں رہتے۔" سوامی جی کا عارضی اعتقاد ہے۔ اس کے ثبوت میں وہ مخالفین کے سامنے یہہ دلیل پیش کرتے ہیں "جسکی پیدائش ہوتی ہے اسکی فناہ ضرور ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جیو مکتی پاکر بھی فناہ ہوجاوینگے" "جو جسم رکھتے ہیں۔ وہ دنیوی تکالیف سے آزاد نہیں ہوسکتے" پھر خود ہی سوامی جی اپنی اعتقاد میں اپنے بزرگوں کی امداد سے اس پیش کردہ دلیل کا یوں بخیہ ادھیڑتے ہیں "بیاس جی کا باپ بادری مکتی میں جیو کی اور اس کے ساتھ من کی ہستی مانتا ہے" دیکھو ستیارتھ صفحہ ۳۔ جیمنی اچاریہ بھی مانتے ہیں کہ مکت آدمی کے من کی مانند لطیف جسم حواس اور پران وغیرہ بھی موجود رہتے ہیں یعنی بے نیست نہیں ہوتے۔ بیاس جی مکتی میں ہستی اور نیستی دونو مانتے ہیں۔ یعنے جیو کی مکتی میں پاک طاقت موجود رہتی ہے۔ اور اسکی ناپاکی۔ گنہگاری۔ دکھ (عذاب) جہالت وغیرہ نیست و نابود ہو جاتی ہیں" اب ہم گرو جی مہاراج کے چیلوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ جب آپ کے پیشوا بیاس جی کے والد اور جیمنی اچاریہ کے قول کو تسلیم کرکے ان اقوال سے ان دونوں کو ملزم ٹھیراتے ہیں۔ جو جیو کے نیست و نابود ہونیکو مکتی قرار دیتے ہیں تو پھر آپ کیوں ان کے برخلاف مکتی میں جیو آتما کے ساتھ مادی جسم یا آلات احساس کے ہونے کو نہیں مانتے دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۴۳ "مکتی میں مادی جسم یا آلات احساس جیو آتما کے ساتھ نہیں رہتے۔ مگر اس کے طبعی پاکیزہ صفات رہتے ہیں۔ جب سننا چاہتا ہے۔ تو کان چھونا چاہتا ہے۔ تو جلد دیکھنے کے ارادہ سے آنکھ ذائقہ کے لئے زبان سونگھنے کیلئے ناک سنکلپ وکلپ کرنے کرنیکے واسطے من یقین کرنے کے لئے عقل یاد کرنیکے حافظہ پندار خودی کے لئے اہنکار اپنی ذاتی طاقت سے جیو آتما بن جاتا ہے" حالانکہ پنڈت جی کے نزدیک زبان کے بغیر بولنا یا من کے بغیر رنج و راحت کو محسوس کرنا محض گپوڑے اور دیوانوں کی بڑ بڑ ہے۔ جب سوامی جی مہاراج سے پوچھا گیا۔ کہ جیو بغیر جسم کے خوشی راحت کو کیسے محسوس کرتا ہے۔ تو سراسیمہ ہوکر اول خود گپوڑے ہانکنے شروع کردئے۔ اور دیوانوں کی طرح نہیں معلوم کہ پہلے کیا کہہ چکا اور اب کیا بول رہا ہوں۔ ستیارتھ صفحہ ۲۹۷ کو دیکھو "ویسے پران ہی جڑ ہیں۔ نہ انکو بھوک ہے۔ نہ پیاس لیکن پران والے جیو کو بھوک پیاس لگتی ہے ویسے ہی من جڑ ہے نہ اسکو شادی ہو سکتی ہے اور نہ غمی لیکن من کے ذریعے شادی غمی رنج و راحت کو جیو محسوس کرتا ہے" یہاں تو سر سوتی جی اقراری ہیں۔ کہ من ہی کے ذریعہ سکھ و راحت محسوس کرتا ہے پھر آلات احساس سے کیوں انکاری ہیں۔ بتاؤ سوامی جی کی کس بات پر اعتبار کیا جاوے۔ کان کے بغیر سننا زبان کے بغیر چکھنا آنکھ کے بغیر دیکھنا جلد کے بغیر چھونا وغیرہ اس قانون کی پیروی کریں۔ یا من کو راحت کا ذریعہ مانکر سنیاسی صاحب کے حافظہ کے ثناخوان ہوں ہمارے متر ستیارتھ کی مدح سرائی سے آپ لوگوں کو اگنی کی پرستش کی طرح کچھ فائدہ نہیں آپ کتنا ہی اسکے آگے سر اطاعت جھکاویں پھر بھی سوامی جی کی دورنگی عدالت سے آپ کا چھٹکارا نہیں ہوسکتا اگر گرو جی مہاراج کی پہلی بات کو مانوگے یعنے مکتی میں جیو کے ساتھ مادی جسم نہیں رہتا تو یہہ مخالف ہے اول خود انہیں کے اس قول کے کہ "من کے ذریعہ رنج و راحت جیو محسوس کرتا ہے" دوم مخالف ہے اس قول کے جو صفحہ ۳۲۲ میں ہے "یہہ دوسرا اور سوکشم شریر (جسم عنصری) مکتی میں بھی رہتا ہے اور اس سے جیو مکتی میں سکھ بھوگتا ہے" اس مؤلف ستیارتھ کا یہہ دعویٰ کہ مکتی میں جیو کے ساتھ مادی جسم نہیں رہتا۔ خود اسی کے قول سے کہ "وہ جسم عنصری مکتی میں بھی رہتا ہے" رد ہوگیا اگر دوسری اور تیسری بات کو سچ مانوگے (یعنے مکتی میں من۔ لطیف جسم۔ حواس۔ پران وغیرہ کا موجود رہنا) اور یہہ آپ کو ماننی بھی ضرور پڑیگی۔ کیونکہ گرو جی مہاراج کا حوالہ ہے۔ جو سائل کی تردید اور اپنی تائید کے لئے کتب قدیمہ سے نکالا ہے۔ تو اس صورت میں آپ لوگوں کے واسطے پہلی مشکل تو یہ ہے کہ پھر آپ کے پیشوا صاحب کیوں نہیں مانتے اور کیوں آپ کو ورطہ حیرانی اور گرداب پریشانی میں غوطے دے رہے ہیں۔ دوسری مشکل یہہ ہے۔ کہ جیو کے ساتھ جو لطیف جسم اور من پران وغیرہ مکتی میں موجود ہونگے یہ مخلوق اور مرکب ہیں۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۳۲۲ "یہ سوکشم شریر (جسم لطیف کہلاتا ہے۔ اور یہ جسم سترہ چیزوں کا مجموعہ ہے۔ یہ موت جسم میں جیو کے ساتھ رہتا ہے" پھر دیکھو صفحہ ۲۹۳ "گیارہواں من (دل) کچھہ کثیف پیدا ہوتا ہے" لہذا حسب قول سوامی جی کے مکتی میں جسم ہونیکی وجہ سے مرنا بھی ضرور لازم آئیگا۔ کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے۔ جو چیز مرکب اور مخلوق ہے۔ اسکو موت ضروری ہے۔ اگر چوتھا قول صحیح ہے۔ یعنے مکتی کے اندر جیو پاک طاقتوں والا انبار رہتا ہے تو جیو کا مکتی سے واپس آکر جنم لینے کا اعتقاد غلط ہوگیا۔ جب جیو میں علت موجب نجات اور مکتی موجود ہے۔ تو پھر باوجود موجودیت علت تامہ کے معلول تخلف یعنی مکتی کا کون عقلمند روا رکھتا ہے۔ بھلا یہہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ایشور اپنے عاشقان دیدار اور خاصان دربار کو جن میں طاقت وصال اور قوت جمال موجود ہو۔ نہایت ذلت کے ساتھ مکتی خانہ سے دھکے دیکر نکالدے۔ پس اگر یہی گرو جی مہاراج ہیں۔ تو ان کی اطاعت ایک امر محال ہے اس لئے اے متر چھوڑ دو اس مکتی کو جو محض وہم اور خیال ہے۔ جس کا ثبوت نہ عقل سے ملتا ہے۔ نہ نقل سے نہ سنیاسی صاحب کی قلم سے یعنی مادی جسم اور آلات احساس کے بغیر سکھ راحت کے محسوس کرنے میں نہ عقل اجازت دیتی ہے۔ نہ نقل اور نہ سنیاسی جی کی اتباع سے کوئی اس مکتی خانہ تک پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ خود ہی گرو جی مہاراج مکتی کے وسائل میں فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں "شرو ہا یعنے وید وغیرہ شاستروں ان سے واقف کامل راستباز عالموں سچا اپدیش دینے والے بزرگوں کی کلام پر یقین کرنا" دیکھو صفحہ ۲۱۴ پھر آپ ہی جملہ ویدیک عالموں اور شاستروں کے جاننے والوں کو بیوقوف بناکر انکی کلام کو لغو اور بیہودہ قرار دیتے ہیں۔ بھلا کسی وید شاستر کے عالم کا نام تو بتائیں جو اس دیانندی مکتی کا قائل ہو۔ ہمارے آریہ دوستوان وجوہات کو تو ظاہر فرمایئے جن سے آپ اپنی مکتی کو اعلیٰ اور افضل سمجھے بیٹھے ہیں۔ آپ کے گرو مہاراج نے جو باتیں مکتی کے بارے میں بیان کیں۔ انہیں سے کوئی ایسی بات نہیں۔ جو معقول ہونے کی وجہ سے عقلمند آدمی کی طبیعت کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ مثلاً سوامی جی اپنی مکتی کی بڑی خوبی یہہ تحریر فرماتے ہیں "کہ مکت جیو برہم میں رہتا ہے" حالانکہ اس خوبی میں حسب قول سوامی جی کے تمام جیو شریک ہیں۔ کیونکہ پنڈت جی مہاراج پورانوں کی سایوجیہ مکتی کی تردید الفاظ ذیل کے ساتھ فرماتے ہیں "سب جیو سرب بیاپک پرماتما میں بیاپک ہونے سے (اس کے ساتھ) ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے سایوجیہ مکتی بھی خود بخود حاصل ہے" اب ایک ثالث آدمی دیانندیوں اور پورانکوں کی مکتی میں کوئی فرق نہیں پائیگا۔ اور منصف کا اس میں یہی فیصلہ ہے۔ کہ سب جیو سرب بیاپک پرماتما میں بیاپک ہونے سے اسی میں رہتے ہیں۔ اس لئے دیانندی مکتی بھی خود بخود حاصل ہے۔ ہمیں تو دیانندی مکتی میں بڑی خوبی یہی نظر آتی ہے۔ کہ پنڈت جی نے آدمی کے پیٹ کی طرح ایشور کا بھی ایک جوف مانا ہے جس میں انتڑیوں کی ہوا کی طرح مکت جیو انند کے ساتھ ادھر ادھر گھومتے رہتے ہیں۔ اور وہ جوف یا مکتی خانہ ایک محدود جگہ ہے جس میں محدود جیو سما سکتے ہیں۔ اور دیانندی ایشور نہیں چاہتا کہ سب جیو وسائل مکتی کو تلاش کرکے اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوں۔ ایسا چاہنے میں حسب اعتقاد سوامی جی کے جیووں اور ایشور دونوں کا نقصان ہے۔ بلکہ ایشور کا تو کچھہ بھی نہیں بنتا جیووں کا نقصان یہہ ہے۔ کہ مکتی میں جگہ بہت تنگ ہوجاویگی۔ اور سیر سیاحت میں وہ مزہ نہیں رہیگا۔ چنانچہ ستیارتھ صفحہ ۳۰۷ میں ہے "اور مکتی کی جگہ بہت سی بھیڑ بھاڑ ہوجاویگی کیونکہ وہاں آمد زیادہ اور خرچ کچھہ بھی نہ ہونیکی وجہ سے زیادتی کا حد و حساب نہ رہیگا۔ اور

بجائے سکھ کے دکھ محسوس کرنا پڑیگا" اب آریوں کے برہم کی جس میں مکت جیو سکونت رکھتے ہیں حقیقت کھل گئی - وہ محدود ہے اگر غیر محدود ہوتا - تو سوامی جی کو بھیڑ بھاڑ کی فکر کیوں پڑتی - ایشور کا نقصان یہہ ہے۔ کہ ایشور اگر ناکردہ گنہ مکتی خانہ سے اپنے پیاروں اور سچے پرستاروں کو باہر نہ نکالے اور ہمیشہ کے لئے نجات دیدے - تو پھر سلسلہ تناسخ کے بند ہونے سے ایشور جی کو بیکار بیٹھنا پڑتا ہے - جس جیو نے نجات ابدی حاصل کرلی - وہ تو ہاتھ سے گیا - نئی روح پیدا کرنے کی طاقت نہیں - آخر ایک دن تمام روحیں نجات پاجاوینگی - اور آریوں کے ایشور بیچارے کو اپنی بے روزگاری پر افسوس کرنا پڑتا ہے - اسلئے آریوں کا ایشور اپنی عملداری کے محفوظ رکھنے کے لئے کسی جیو کو ہمیشہ کیلئے مکتی خانہ میں ٹھیرنے نہیں دیتا - اور اپنے راستباز بندوں کو عزت دیکر پھر بے عزتی کے ساتھ واپس کرتا رہتا ہے - الغرض دیانندی مکتی میں بڑی خوبی یہی ہے کہ مکت جیو برہم میں بے روک و ٹوک حرکت کرتا رہتا ہے - گو سب جیو سرب بیاپک پرماتما میں بیاپیہ ہو کے جیسے اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں - لیکن سوامی جی نے مکت جیو اور دوسرے جیو میں ایک فرق رکھا ہے - یعنی مکت جیو برہم کے اندر رہتا ہے بخلاف دوسرے جیو کے کہ وہ برہم کو اپنے اندر لئے پھرتا ہے - چنانچہ ستیارتھ ص۲۴۲ میں پنڈت جی مہاراج ویدانتی کے سوال کا جسکا ثبوت کھلم کھلا وید شرتیوں میں موجود ہے - یوں جواب دیتے ہیں "اس جگہ ایسا سمجھنا چاہئے - ایک پرویش (داخل ہونا) ہے - اور دوسرا انو پرویش (بعد ازاں داخل ہونا) ہے - پرمیشور جسم میں داخل شدہ جیووں کے ساتھ گویا بعدہٗ داخل ہو کر وید کے ذریعے سب نام اور شکل وغیرہ کے علوم کو ظاہر کرتا ہے اور جسم میں جیو کو داخل کرکے آپ جیو کے اندر داخل ہو رہا ہے" اے ہمارے دوستان ذوال اگر آپ میں کوئی صاحب حق اور راستی کے خواہشمند ہیں - تو ان چند کلمات مندرجہ بالا پر غور فرماویں - جن سے صاف ظاہر ہے - کہ آریوں کے محدود و مجسم برہم کا ایک جوف ہے جسکو مکتی خانہ کہتے ہیں - اس میں جو جیو رہتے ہیں - انکے

ایک جوف ہے جسکو مکتی خانہ کہتے ہیں - اس میں جو جیو رہتے ہیں - ان کے اندر برہم نہیں رہتا - اگر برہم کا ان کے اندر موجود ہونا مانا جاوے - تو پھر مکت جیو کی نسبت پنڈت جی کا فرمانا کہ وہ برہم میں رہتا ہے کچھ معنے نہیں رکھتا - برہم تو دوسرے جیو میں بھی رہتا ہے - کچھ معنی نہیں رکھتا - برہم تو دوسرے جیو میں بھی رہتا ہے پھر مکت جیو کی اسمیں کیا خصوصیت ہے - یہیں منزوبات وہی ہے - جو اوپر بیان ہوئی - یعنے برہم مجسم کے جوف میں جیو سیر کرتے رہتے ہیں - اس عبارت منقولہ میں یہہ جملہ "وہ پرمیشور جسم میں داخل شدہ جیووں کے ساتھ گویا بعدہٗ داخل ہو کر" عجب جملہ ہے - جو ویدانتیوں کی تردید اور ویدوں کی تائید میں پیش کیا گیا ہے - ہمیں معتقدان وید بتادیں - کہ پرمیشور جسم میں جیو کے ساتھ داخل ہوتا ہے - یا بعدہٗ اگر ساتھ ہوتا ہے - تو بعدہٗ کہنا غلط ہے - اگر جیو کے بعد ہوتا ہے - تو لفظ ساتھ کہنا درست نہیں - ایک بات مانی جاسکتی ہے - پرمیشور جیو دونوں کا اکٹھا داخل ہونا ثابت نہیں ہوتا - مگر آفرین آریہ کے پیشوا کو کسطرح ساتھ اور بعدہٗ کے درمیان گویا بڑھا کر ویدوں کے فیصلے سے ویدانت کے مسئلے کو باہر پھینکنا چاہتے ہیں - یہ ہے - آریوں کی مکتی جس پر فخر کیا جاتا ہے - جسطرح باقی امور میں آریہ نے جیو برہم کو مساوی مانا ہے ویسی برابری اس جگہ بھی موجود ہے - یعنے مکتی میں جیو برہم کے اندر رہتا ہے - اور یہاں برہم جیو کے اندر ہے - کہیں جیو مظروف اور برہم ظرف اور کہیں برہم مظروف اور جیو ظرف ہے - اگر مکتی میں برہم جیو کو اپنے اندر رکھتا ہے - تو اسمیں برہم کا کوئی احسان نہیں - جیو بھی برہم کو اپنے اندر رکھ چکا ہے - (۱) ستیارتھ ص۲۴۲ "ویسے ہی پرماتما کے غیر محدود اور ہر جگہ حاضر ہونیکے سبب اسکا آنا بھی ثابت نہیں ہوسکتا - جانا یا آنا ہوسکتا ہے - جہاں وہ نہ ہو - الخ" ایسا کہنا انہیں بیعلموں کے سوائے اور کون کہہ سکیگا - معلوم ہوا - بانی وید اور مترجمان وید دونوں بے علم ہیں - کیا پرمیشور جیو جسم میں پہلے موجود نہ تھا - جو بعدہٗ داخل ہوا (۲) ستیارتھ ص۲۴۲ "اس کی آنکھ نہیں لیکن سب کو بخوبی دیکھتا ہے - اس کے کان نہیں - تاہم سب کی باتیں سنتا ہے - الخ وہ اندریوں و انتہ کرن کے کام اپنی طاقت سے کرتا ہے" جب یہی صفتیں مکت جیو میں موجود ہیں یعنے وہ اندریوں کے کام اپنی طاقت سے کرتا ہے - آنکھ کے بغیر دیکھتا ہے - کان کے بغیر سنتا ہے - تو پھر مکت جیو اور برہم

پس آپ لوگوں کو چاہئے - کہ سوامی جی کی پیش کردہ مکتی میں غور کریں - اور سوچیں کہ یہہ چوبیس طاقتیں - طاقت کشش - ترغیب - حرکت - خوف - غور - فعل - حوصلہ - یقین - خواہش - رغبت - نفرت - ملاوٹ - تقسیم - ملانیوالی طاقت - تقسیم کرنیوالی طاقت - قوت سامعہ - قوت لامسہ - قوت باصرہ - قوت ناطقہ - قوت شامہ - علم - جیو مکتی میں رکھتا ہے - مادی جسم کے بغیر کس کام کی ہیں - اس سے تو تمہارے وید خود تمہارے ہی پیشوا کے قول سے غلط ثابت ہوتے ہیں - کیونکہ پنڈت جی مہاراج ستیارتھ ص۲۵۶ میں کلام الہی کی نسبت لکھتے ہیں "جس کتاب میں قانون قدرت کے پرتکشش ادی پرمان راستبازوں اور پوتر آتما کے لوگوں کے برخلاف باتیں نہ ہوں - وہی کلام الہی ہے" چونکہ آنکھ کے بغیر دیکھنا کان کے بغیر سننا زبان کے بغیر بولنا وغیرہ یہہ باتیں قانون قدرت کے برخلاف ہیں - لہذا ثابت ہوا - کہ وید کلام الہی نہیں - ماسٹر جی آپ سوامی جی کے دو قول تو سن چکے پہلا قول "مکت جیو آکاش کے اندر پرمیشور میں رہتے ہیں" دوسرا قول "پرمیشور جسم میں جیو داخل کرکے آپ جیو کے اندر داخل ہو رہا ہے" اب ان کا تیسرا قول سنئے - جو ان دونوں کے برخلاف ہے یعنے "مکت جیو نہ پرمیشور کے اندر اور نہ پرمیشور اسکے اندر بلکہ دونوں اکٹھے رہتے ہیں" - دیکھو ستیارتھ ص۱۶۲ "اور بے جسم آتما مکتی (کی حالت) میں پرمیشور کے ساتھ پاک ہو کر رہتا ہے" اچھا اس ذکر کو جانے دو - اب یہہ بتلایئے - کہ آپ کے پنڈت جی ہمیشہ کے لئے مکتی خانہ میں رہنا کیوں پسند نہیں فرماتے - ہم کو تو ان کی پیش کی ہوئی دلیلوں میں سے کوئی دلیل ایسی نظر نہیں آتی جس سے ان کا یہہ نیا دعوٰے قابل قبول سمجھا جاوے - بلکہ مکتی سے واپس آنے میں جس قدر خرابیاں ہیں - وہ ادنےٰ لیاقت کے انسان پر بھی مخفی نہیں میں مختصر طور پر ان دلائل کو لکھہ دیتا ہوں - انصاف کرنا آپ کے اختیار ہے -

(۱) اگر ایشور محدود کاموں کا غیر محدود پھل دے - تو اس کا انصاف قائم نہ رہے سوامی جی کی یہہ دلیل خود ان کے قول سے رد ہو جاتی ہے - جو انہوں نے جیو کے لین ہونے کے تائیں اُنکے مقابلہ میں پیش کیا ہے - یعنے "مکتی میں جیو ہمیشہ نیک طاقت والا اور بنا رہتا ہے" اور یہہ بھی سوامی جی مانتے ہیں - کہ نیکی کا ثمرہ سکھہ اور انند ہے - پس معلوم ہوا - کہ مکت جیو ہمیشہ ہی سکھہ میں رہیگا - بھلا یہہ کونسا انصاف ہے - کہ نیکوکار کو بدکار بنا کر دنیا میں واپس کیا جاوے -

(۲) اگر مکتی سے کوئی جیو واپس اس دنیا میں نہ آوے تو دنیا کا سلسلہ منقطع ہونا چاہئے - آپ کے گرو جی کو اسی خوف نے کہ مبادا دنیا کا خاتمہ ہوجاوے اس اعتقاد پر مجبور کیا ہے - لیکن ان کے چیلوں میں سے کوئی ہمت کرتا تو اس خطرہ سے اپنے پیشوا کو چھڑا سکتا تھا - کہ گرو جی مہاراج آپ کو دنیا کے خاتمہ کی کیوں فکر پڑ گئی - جناب نے تو خود اس سائل کو جس نے یہہ سوال کیا تھا "جب سنیاس آشرم ہی افضل ہے - اور سب انسان کریں - تو انسانوں کی نسل قطع ہوجاویگی" اس طرح جواب دیکر تسلی دیدی ہے کہ "سب انسان تو سنیاس حاصل کر ہی نہیں سکتے کیونکہ سب کی نفس پرستی کبھی نہیں چھوٹ سکیگی" پھر سمجھ لو - سب کی مکتی بھی کبھی نہیں ہوسکیگی - پس آپ کو محض اس وہم سے پاک اور راستباز انسانوں کو کتا بلا بنانا مناسب نہیں - یہہ تو آپ کا اعتقاد ہی ہے - کہ نفس پرستی کا وجود کبھی بھی دنیا سے نہیں اٹھیگا اور نہ گناہ کے بغیر دنیا آباد رہ سکتی ہے - اگر گناہ میں کچھ بھی کمی ہوجاوے - تو پرمیشور کو مقروض آدمی کی طرح فکر پڑ جاتی ہے - کہ اب نیکوکار بہت ہوگئے ہیں - میں ان کو انکی مزدوری گھوڑے خچر وغیرہ کہاں سے دونگا - اس لئے تمام جیو حسب اعتقاد آپ کے مکتی حاصل نہیں کرسکتے - آپ بے فکر رہیں - تو شاید سوامی جی اپنے چیلے کی اس تقریر سے سمجھ جاتے - مگر وہ تو گذر گئے اور چیلوں کو گلے پڑا ڈھول بجانا پڑا -

(۳) اگر ایسا ہو یعنے جتنے جیو مکت ہوتے ہیں اتنے ایشور نئے پیدا کر کے دنیا میں رکھتا ہو تو جیو غیر فانی ہو جاویں۔ کیونکہ جسکی پیدائش ہوتی ہے۔ اس کی فنا ضرور ہوتی ہے" سوامی جی کی یہ دلیل ہی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ خالق اگر کسی مخلوق چیز کو خارج میں بالکل معدوم نہ کرے۔ تو ممکن اور محتمل ہے حتی کہ اس میں تغیر بھی راہ نہ پاوے چنانچہ سوامی جی خود اس امر کی کتنی جگہ تصدیق کر چکے ہیں۔ اول دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۹۳ "گیان ہمان من (دل) کچھ کثیف پیدا ہوتا ہے" پھر اسی مخلوق من کی نسبت بحوالہ مجرد وید ستیارتھ صفحہ ۲۹۳ میں یہ عبارت درج ہے "جو اعلےٰ علم کا ذریعہ اور دوسری چیزوں کو خیال میں جلوہ گر کرنیوالا اور یقین کرنے آلہ ہے اور جو مخلوقات کے اندر منور غیر فانی ہے۔ جسکے بغیر کوئی شخص کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔ وہ میرا من بری صفتوں سے الگ رہے" دیکھو یہاں ایک کثیف اور پیدا شدہ جسم کو غیر فانی کہا گیا ہے۔ پھر دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۹۰ "جب مہا پرے ہوتا ہے۔ تب اسکے بعد اکاش وغیرہ کی ترتیب سے الخ دنیا ہوتی ہے" سوامی جی نے یہ ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ مضمون سوال یہ ہے "پیدائش کے بارے میں وید وغیرہ شاستر متفق نہیں تیتری آپ نشد کا قول ہے۔ کہ اس پرمیشور اور پرکرتی سے اکاش اکاش کے بعد وایو۔ وایو کے بعد اگنی۔ اگنی کے بعد جل جل کے بعد پرتھوی پرتھوی سے نباتات۔ نباتات سے اناج اناج سے نطفہ۔ نطفہ سے انسان یعنے جسم پیدا ہوتا ہے۔ چھاندوگیہ میں اگنی وغیرہ ایتریہ میں جل وغیرہ کی ترتیب سے دنیا کی پیدائش بتائی ہے۔ اب کس کو سچا اور کسکو جھوٹا مانیں" ان مختلف اقوال کی تطبیق میں سوامی جی فرماتے ہیں "اس میں سب سچ ہیں۔ کوئی جھوٹا نہیں۔ جھوٹا وہی ہے۔ جو ان کے برعکس سمجھتا ہے" جب مہا پرے ہوتا ہے۔ اس کے بعد اکاش وغیرہ کی ترتیب سے دنیا پیدا ہوتی ہے۔ یعنے ایشور مہا پرلے کے بعد پہلے اکاش کو پیدا کرتا ہے۔ اور یہ قول بالکل سچا ہے جو اس کو جھوٹا سمجھے۔ وہ خود جھوٹا ہے۔ پھر آپ بھی گرو جی اسکے ہی قائل ہیں کہ اکاش کا پرے نہیں ہوتا۔ پس ماسٹر جی آپ کے پیشوا کی یہ دلیل کہ جو پیدا ہو وہ ضرور مریگا باطل ہو گئی۔ یہاں آپ کے گرو جی کی راستبازی کا نمونہ بھی دیکھنے والوں کے لئے ظاہر ہے۔ وید شاستروں کے اختلافات نے آپ کو کچھ ایسا سراسیمہ اور مخبوط الحواس کر دیا۔ کہ اپنی زبان سے اپنے آپ کو جھوٹا بنا رہے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "تین ہی چیزیں ازلی ہیں۔ ایشور۔ جیو۔ عالم کی علت دی" دیکھو صفحہ ۲۳۵ پھر آگے چل کر صفحہ ۲۴۳ میں پانچ چیزیں ازلی مانتے ہیں۔ پرمیشور۔ مادہ۔ وقت۔ اکاش۔ جیو۔ پھر اس سے ذرہ آگے چل کر صفحہ ۲۴۶ میں اس قول کو جو اوپر بیان ہوا تسلیم کرتے ہیں۔ یعنے اس برہم اور پرکرتی سے اکاش پیدا ہوا۔ وہی اکاش جسکو ازلی کہا تھا۔ اس تطبیق کی خاطر حادث اور مخلوق ماننا پڑا۔ اب آپ کو سوچنا چاہیے۔ کہ اگر اکاش ازلی ہے۔ تو پھر یہ قول کہ اس برہم اور پرکرتی سے اکاش پیدا ہوا جھوٹا ہے اور پنڈت جی کا دھرم ہے۔ کہ جو اس قول کو جھوٹا سمجھے۔ وہ آپ جھوٹا ہے۔ لہذا سوامی جی اکاش کو ازلی کہتے میں جھوٹے ہیں بیشک آپ لوگوں کے واسطے ایسی مشکلات کے بجز اس کے چھٹکارا نہیں۔ کہ آپ لوگ بھی اپنے گرو جی مہاراج کی طرح دوہرا اعتقاد رکھیں۔ ایک ذاتی دوسرا عارضی یہاں پنڈت جی کا ذاتی اعتقاد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکاش ازلی ہے۔ اس کی پیدائش نہیں۔ جب کسی نے سوال کیا۔ کہ پیدائش عالم کی نسبت وید شاستروں میں اختلاف ہے۔ تو وہاں عارضی اعتقاد سے کام لیا گیا۔ کہ کوئی اختلاف نہیں۔ مہا پرلے کے بعد پہلے اکاش پیدا ہوتا ہے۔ غرض اس قسم کے حملوں سے بچنے کے لئے یہ دورنگی اور نفاق کا تمغہ آریہ کو خوب کام آتا ہے۔

(۴) دکھ کے احساس کے بغیر سکھ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جیسے کڑوا نہ ہو۔ تو میٹھا کیا۔ اور میٹھا نہ ہو۔ تو کڑوا کس کو کہیں" منصف مزاج آدمی کے واسطے اس دلیل سے دیانندی مذہب کا راز بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ پیشوائے آریہ پاپ اور گناہ کی بنیاد قائم کرنے اور پرمیشور کو خطاکار ٹھہرانے میں کسقدر دلیر ہیں۔ کیونکہ جب دکھ گناہ پاپ کا نتیجہ ہے۔ تو آریوں کا ایشور ان کو گنہ گار بنائے بغیر کیونکر سکھ دے سکتا ہے۔ جب تک یہ لوگ۔ چوری۔ زنا قتل وغیرہ طرح طرح کے جرائم کے ارتکاب سے دکھی نہ ہوں۔ ان کو سکھ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آریہ کا ایشور نہیں چاہتا۔ کہ آریہ لوگ ہمیشہ نیکوکار بنے رہیں۔ اور نہ نیک ہونا ان کے حق میں مفید ہے۔ بلکہ ان کا سکھ ان کے گنہگار ہونے میں ہے۔ پرمیشور کے پیٹ بھی مکتی خانہ میں بباعث عدم وقوع گناہ کے میٹھا ہی میٹھا ہے۔ مکت جیو تنگ آکر چاہتا ہے۔ کہ اس مٹھاس (نیکی) کو تلخی (گناہ) سے بدلوں۔ بیچارا بڑی مشکل کر مکتی خانہ نہیں۔ قید خانے میں دن کاٹتا ہے۔ چنانچہ سرسوتی جی مہاراج کا صاف اقرار ہے۔ کہ مکتی اور قید میں کچھ فرق نہیں دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۳۰ "کیا تھوڑی سی قید کی نسبت عمر بھر کی قید پھانسی کو کوئی اچھا سمجھتا ہے۔ مکتی سے واپس نہ ہونے اور عمر بھر کی قید میں صرف اسی قدر اختلاف ہے۔ کہ وہاں (اس زندگی کی طرح) مشقت نہیں اٹھانی پڑتی" مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ مکتی خانہ جیلخانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنا عمر بھر کی سزا ہے۔ تھوڑا رہنا تھوڑی قید ہے۔ پھر اس قید کے لئے آریہ لوگوں کو کوشش کرنا مناسب نہیں۔ بھلا قید خانے میں جانے کے وسائل اور سادھن تلاش کرنا عقلمند کا کام ہے۔ بلکہ انکی پرارتھنا یہ ہونی چاہیے۔ اے اگنی پرمیشور مکتی خانہ سے ہم کو بچائیو۔ وہاں تو ہمیشہ سکھ ہی سکھ ہے اور ہمیشہ کا سکھ حقیقت میں دکھ ہے تو میں مختلف قالبوں کے ذریعے سے دنیا کا سیر کراتا رہ۔ جہاں کڑوا میٹھا ملا جلا ہے۔ ہم کو پنڈت جی کی بعض باتوں پر بڑا تعجب آتا ہے۔ کہ باوجود دعوے تحقیق اور انصاف کے سوامی جی کی طرح بے انصافی سے کام لیتے ہیں۔ دیکھو آپ کا دعوٰے ہے۔ کہ "مکت جیو سب لوگوں (نظام دنیا) اور خواہشوں کو حاصل کرتا ہے" تمام جیو طبعاً سکھ ملنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اور دکھ سے دور رہنا چاہتے ہیں" دیکھو صفحہ ۲۳۶ پر ہم نہیں سمجھتے۔ کہ کیوں مکت جیو تمام خواہشات کے ملنے پر بھی مکتی سے تنگ آکر واپسی کا مشتاق رہتا ہے۔ خواہش کے مطابق چیز ملنے سے کوئی تنگ یا ناراض نہیں ہوتا" ایسا ہی جب سکھ سے محبت دکھ سے نفرت جیو کا طبعی خاصہ ہے۔ تو پھر اس طبعی تقاضا اور فطرتی منشا کے پورا ہونے سے جیو ہمیشہ ہی انند میں رہیگا۔ اور کبھی دکھ کی جو اس کی طبیعت کے خلاف ہے۔ خواہش نہ کریگا۔ اب کون منصف ہے۔ جو مکتی کے دوامی ہونے میں جیو پر ظلم سمجھتا ہو۔

دوستو! سوامی جی کی یہ کوئی دلیلیں نہیں۔ صرف بہانے ہیں۔ کڑوے میٹھے یا پھانسی قید کی مثالیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ ستیارتھ صفحہ ۲۳۰ میں مکتی کی میعاد کا شمار اس طرح پر ہے۔ کہ تینتالیس لاکھ بیس ہزار سال کی چترجگی دو ہزار چترجگیوں کا ایک (برہما کا) رات دن ایسے تیس رات دن کا ایک مہینہ ایسے بارہ مہینوں کا ایک سال ایسے سو سال کا پرانت کال (مہا کلپ) اتنا عرصہ مکتی میں سکھ بھوگنے کا ہے" اب حساب کر کے سمجھ لیجئے کہ جب اتنا عرصہ کڑوی چیز کے بغیر مکت جیو سکھ اور انند کے ساتھ بھوگ سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اس میعاد کے گذرنے کے بعد مکت جیو کا معدہ میٹھی چیزیں ہضم کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہم کیونکر مان لیں۔ اور اس کی کیا دلیل ہے۔ کہ اس عرصہ سے زیادہ ایک گھنٹہ بھی مکتی خانہ میں ٹھیرنا ایشور کے انصاف کے برخلاف ہے۔ اور کس طرح سوامی جی کے اس قول پر (کہ مکت جیو سب خواہشوں کو حاصل کرتا ہے۔ اور جیو طبعاً سکھ ملنے کا خواہشمند ہے) اعتبار ہو سکتا ہے۔ کیا مکتی سے واپسی کے وقت جب یہ میعاد ختم ہو جاتی ہے۔ تو مکت جیو میں خواہشیں نہیں رہتیں۔ کیا جیو کا وہ طبعی خاصہ بدل جاتا ہے۔ جو بجائے سکھ کے دکھ سے محبت اور پیار کرنے لگتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ مکت جیو تو چاہتا ہے۔ کہ میں ہمیشہ سکھ میں رہوں پادشاہی چھوڑ کر چوہڑا چمار بننے کی کس کو شوق ہے کون ہے۔ جو ملک سے بیزار اور نوکری اٹھانیکو طیار ہو۔ اصل یہ ہے۔ کہ آریوں کا ایشور نہیں چاہتا۔ کہ جیو مکتی میں ہمیشہ رہے۔ چند روحیں جو اتفاق سے قابو میں آگئیں۔ مکتی کے دامی ہونے میں وہ ہاتھ سے جاتی ہیں۔ اور پھر دنیا کا سلسلہ جسمیں بھوگ جیسی نعمتیں آریہ کو نصیب ہیں۔ منقطع ہو جائیگا۔ نئی روح پیدا کرنیکی طاقت نہیں۔ جو دنیا کو آباد رکھ سکے اسلئے سوامی جی